جمعہ 5 جون 2020ء | 13 شوال 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ: 135

ارشاد باری تعالیٰ

وَ وَصّٰی بِہَاۤ اِبۡرٰہٖمُ بَنِیۡہِ وَ یَعۡقُوۡبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰی لَکُمُ الدِّیۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۳﴾

(البقرۃ:133)

ترجمہ: اور اسی بات کی تاکیدی نصیحت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب نے بھی (کہ) اے میرے پیارے بچو! یقیناً اللہ نے تمہارے لئے اس دین کو چُن لیا ہے۔پس ہر گز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم فرمانبردار ہو۔

فرمانِ رسول ﷺ

حقوق العباد کی تاکید

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر بڑا واضح فرمایا تھا کہ آج کے دن تمہارے خون، مال،تمہارے مال، تمہاری آبروئیں تم پر حرام اور قابل احترام ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارے اس شہر میں، تمہارے اس مہینہ میں واجب الاحترام ہے۔ اے لوگو! عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے وہ تم سے پوچھے گا کہ تم نے کیسے عمل کئے۔ دیکھو میرے بعد دوبارہ کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگ جاؤ۔ اور آگاہ رہو تم میں سے جو یہاں موجود ہے اُن لوگوں کو پیغام پہنچا دے جو کہ موجود نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس کو پیغام پہنچایا جائے وہ سننے والے سے زیادہ سمجھ دار ہو۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع حدیث نمبر 4406)

فرمان خلیفہ وقت

معرفت کے ساتھ ہی گناہوں سے بچا جا سکتا ہے

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

’’آپ(حضرت مسیح موعودؑ) فرماتے ہیں کہ:

’’یقیناً یاد رکھو کہ گناہوں سے بچنے کی توفیق اس وقت مل سکتی ہے جب انسان پورے طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان لاوے۔ یہی بڑا مقصد انسانی زندگی کا ہے کہ گناہ کے پنجہ سے نجات پالے۔ دیکھو ایک سانپ جو خوشنما معلوم ہوتا ہے بچہ تو اس کو ہاتھ میں پکڑنے کی خواہش کرسکتا ہے اور ہاتھ بھی ڈال سکتا ہے لیکن ایک عقلمند جو جانتا ہے کہ سانپ کاٹ کھائے گا اور ہلاک کر دے گا وہ کبھی جرأت نہیں کرے گا کہ اس کی طرف لپکے بلکہ اگر معلوم ہو جاوے کہ کسی مکان میں سانپ ہے تو اس میں بھی داخل نہیں ہوگا۔ ایسا ہی زہر کو جو ہلاک کرنے والی چیز سمجھتا ہے تو اس کے کھانے پر وہ دلیر نہیں ہوگا۔ پس اسی طرح پر جب تک گناہ کو خطرناک زہر یقین نہ کرلے اس سے بچ نہیں سکتا۔ یہ یقین معرفت کے بدُوں پیدا نہیں ہو سکتا…‘‘(جب تک معرفت نہ ہو اس وقت تک یہ یقین پیدا نہیں ہو سکتا۔ یعنی انسان کو یہ پتا ہے، معرفت ہے، اس کا علم ہے کہ زہر بھی خطرناک ہے، سانپ بھی خطرناک ہے تبھی ان سے بچتا ہے۔) فرمایا کہ ’’… پھر وہ کیا بات ہے کہ انسان گناہوں پر اس قدر دلیر ہو جاتا ہے باوجودیکہ وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور گناہ کو گناہ بھی سمجھتا ہے۔ اس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ وہ معرفت اور بصیرت نہیں رکھتا جو گناہ سوز فطرت پیدا کرتی ہے۔ اگر یہ بات پیدا نہیں ہوتی تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ معاذ اللہ اسلام اپنے اصلی مقصد سے خالی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں۔ یہ مقصد اسلام ہی کامل طور پر پورا کرتا ہے اور اس کا ایک ہی ذریعہ ہے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ۔ کیونکہ اسی سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین پیدا ہوتا ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ گناہ سے بیزار ہے اور وہ سزا دیتا ہے۔ گناہ ایک زہر ہے جو اول صغیرہ سے شروع ہوتا ہے اور پھر کبیرہ ہو جاتا ہے اور انجام کار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔‘‘ (لیکچر لدھیانہ،روحانی خزائن جلد20صفحہ287)

(خطبہ جمعہ فرمودہ14مارچ2014ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

دعاؤں میں مستقل لگے رہنا چاہئے

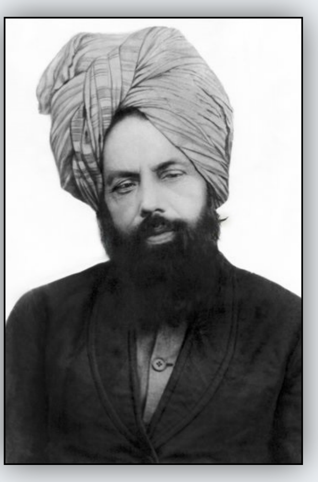

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’یاد رکھو کوئی آدمی کبھی دعا سے فیض نہیں اُٹھا سکتا جب تک وہ صبر میں حدنہ کر دے اور استقلال کے ساتھ دعاؤں میں نہ لگا رہے۔ اللہ تعالیٰ پر کبھی بد ظنی اور بدگمانی نہ کرے۔ اُس کو تمام قدرتوں اور ارادوں کا مالک تصور کرے۔ یقین کرے پھر صبر کے ساتھ دعاؤں میں لگا رہے۔ وہ وقت آ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اُس کی دعاؤں کو سن لے گا اور اُسے جواب دے گا۔ جو لوگ اس نسخہ کو استعمال کرتے ہیں وہ کبھی بدنصیب اور محروم نہیں ہو سکتے بلکہ یقیناً وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرتیں اور طاقتیں بے شمار ہیں۔ اس نے انسانی تکمیل کے لئے دیر تک صبر کا قانون رکھا ہے۔ پس اُس کو وہ بدلتا نہیں اور جو چاہتا ہے کہ وہ اُس قانون کو اُس کے لئے بدل دے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی اور بے ادبی کی جرأت کرتا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بعض لوگ بے صبری سے کام لیتے ہیں اور مداری کی طرح چاہتے ہیں کہ ایک دم میں سب کام ہو جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی بے صبری کرے تو بھلا بے صبری سے خدا تعالیٰ کا کیا بگاڑے گا؟ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ بے صبری کر کے دیکھ لے وہ کہاں جائے گا…دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کا پیارا بیٹایوسف علیہ السلام جب بھائیوں کی شرارت سے اُن سے الگ ہو گیا تو آپ چالیس برس تک اُس کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ اگر وہ جلد باز ہوتے تو کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوتا۔ چالیس برس تک دعاؤں میں لگے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان رکھا۔ آخر چالیس برس کے بعد وہ دعائیں کھینچ کر یوسف کو لے ہی آئیں۔ اسی عرصہ دراز میں بعض ملامت کرنے والوں نے یہ بھی کہا کہ تُو یوسف کو بے فائدہ یاد کرتا ہے مگر انہوں نے یہی کہا کہ میں خدا سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ بے شک اُن کو کچھ خبر نہ تھی مگر یہ کہا۔اِنِّیۡ لَاَجِدُ رِیۡحَ یُوۡسُفَ۔ (یوسف: 95) پہلے تو اتنا ہی معلوم تھا کہ دعاؤں کا سلسلہ لمبا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر دعاؤں سے محروم رکھنا ہوتا تو وہ جلد جواب دے دیتا۔ مگر اس سلسلہ کا لمبا ہونا قبولیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ کریم سائل کو دیر تک بٹھا کر کبھی محروم نہیں کرتا۔ بلکہ بخیل سے بخیل بھی ایسا نہیں کرتا۔ وہ بھی سائل کو اگر زیادہ دیر تک دروازہ پر بٹھائے تو آخر اُس کو کچھ نہ کچھ دے ہی دیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 151-152)

اس شمارہ میں

- خطاب حضور انور بر موقع تقریب الوداع سابق صدر خدام الاحمدیہ جرمنی
- حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بے مثال اطاعت امام
- مضمون نویسوں،نثرنگاروں اور شعراء سے درخواست
- کچھ ناموں کے بارہ میں
- مکرم لطف المنان خان
- کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ

دربارِ خلافت

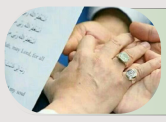

حقیقی محبت کی علامت

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’اصل عبادت وہی ہے جو محبت ذاتی سے ہو نہ کہ کسی فائدے کے لئے۔ پھر ایک جگہ سچی محبت کی علامت بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ

’’...محبت عجیب چیز ہے۔ اس کی آگ گناہوں کی آگ کو جلاتی اور معصیت کے شعلے کو بھسم کر دیتی ہے۔ سچی اور ذاتی اور کامل محبت کے ساتھ عذاب جمع ہو ہی نہیں سکتا اور سچی محبت کے علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی فطرت میں یہ بات منقوش ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کے قطع تعلق کا اُس کو نہایت خوف ہوتا ہے اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ قصور کے ساتھ اپنے تئیں ہلاک شدہ سمجھتا ہے اور اپنے محبوب کی مخالفت کو اپنے لئے ایک زہر خیال کرتا ہے اور نیز اپنے محبوب کے وصال کے پانے کے لئے نہایت بے تاب رہتا ہے اور بُعد اور دُوری کے صدمہ سے ایسا گداز ہوتا ہے کہ بس مر ہی جاتا ہے۔ اس لئے وہ صرف ان باتوں کو گناہ نہیں سمجھتا کہ جو عوام سمجھتے ہیں کہ قتل نہ کر، خون نہ کر،زنا نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے۔ بلکہ وہ ایک ادنیٰ غفلت کو اور ادنیٰ التفات کو جو خدا کو چھوڑ کر غیر کی طرف کی جائے ایک کبیرہ گناہ خیال کرتا ہے۔ اس لئے اپنے محبوب ازلی کی جناب میں دوام استغفار اس کا ورد ہوتا ہے۔‘‘ (باقاعدگی سے استغفار کرتا رہتا ہے) ’’اور چونکہ اس بات پر اس کی فطرت راضی نہیں ہوتی کہ وہ کسی وقت بھی خدا تعالیٰ سے الگ رہے اس لئے بشریت کے تقاضا سے ایک ذرّہ غفلت بھی اگر صادر ہو تو اس کو ایک پہاڑ کی طرح گناہ سمجھتا ہے۔ یہی بھید ہے کہ خدا تعالیٰ سے پاک اور کامل تعلق رکھنے والے ہمیشہ استغفار میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے کہ ایک محب صادق کو ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ اس کا محبوب اس پر ناراض نہ ہو جائے اور چونکہ اس کے دل میں ایک پیاس لگا دی جاتی ہے کہ خدا کامل طور پر اس سے راضی ہو اس لئے اگر خدا تعالیٰ یہ بھی کہے کہ میں تجھ سے راضی ہوں تب بھی وہ اس قدر پر صبر نہیں کر سکتا کیونکہ جیسا کہ شراب کے دَور کے وقت ایک شراب پینے والا ہر دم ایک مرتبہ پی کر پھر دوسری مرتبہ مانگتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کے اندر محبت کا چشمہ جوش مارتا ہے تو وہ محبت طبعاً یہ تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ ...‘‘ (اگر اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا میں راضی ہوں تو بیٹھ نہیں جانا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی اطلاع ہونا اس شخص کو مزید استغفار میں اور عبادتوں میں مائل کرتی ہے اور بجا لانے کی طرف توجہ دلاتی ہے) فرمایا ’’...پس محبت کی کثرت کی وجہ سے استغفار کی بھی کثرت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا سے کامل طور پر پیار کرنے والے ہردم اور ہر لحظہ استغفار کو اپنا ورد رکھتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر معصوم کی یہی نشانی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے۔ اور استغفار کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ ہر ایک لغزش اور قصور جو بوجہ ضعف بشریت انسان سے صادر ہوسکتی ہے اس امکانی کمزوری کو دور کرنے کے لئے خدا سے مدد مانگی جائے تا خدا کے فضل سے وہ کمزوری ظہور میں نہ آوے۔ اور مستور و مخفی رہے۔‘‘ (چھپی رہے کمزوری۔ ظاہر نہ ہو) ’’پھر بعد اس کے استغفار کے معنی عام لوگوں کے لئے وسیع کئے گئے اور یہ امر بھی استغفار میں داخل ہوا کہ جو کچھ لغزش اور قصور صادر ہو چکا خدا تعالیٰ اس کے بدنتائج اور زہریلی تاثیروں سے دنیا اور آخرت میں محفوظ رکھے۔ پس نجات حقیقی کا سرچشمہ محبت ذاتی خدائے عزّوجل کی ہے جو عجزو نیاز اور دائمی استغفار کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور جب انسان کمال درجہ تک اپنی محبت کو پہنچاتا ہے اور محبت کی آگ سے اپنے جذبات نفسانیت کو جلا دیتا ہے تب یکدفعہ ایک شعلہ کی طرح خدا تعالیٰ کی محبت جو خدا تعالیٰ اس سے کرتا ہے اس کے دل پر گرتی ہے اور اس کو سفلی زندگی کے گندوں سے باہر لے آتی ہے اور خدائے حیّ و قیّوم کی پاکیزگی کا رنگ اس کے نفس پر چڑھ جاتا ہے بلکہ تمام صفاتِ الٰہیہ سے ظلّی طور پر اس کو حصّہ ملتا ہے۔ تب وہ تجلیات الٰہیہ کا مظہر ہوجاتا ہے اور جو کچھ ربوبیت کے ازلی خزانہ میں مکتوم و مستور ہے‘‘ (چھپا ہوا ہے) ’’اس کے ذریعہ سے وہ اسرار دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ خدا جس نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے بخیل نہیں ہے بلکہ اس کے فیوض دائمی ہیں اور اس کے اسماء اور صفات کبھی معطّل نہیں ہوسکتے۔‘‘

(چشمۂ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 378)(خطبہ جمعہ فرمودہ28مارچ2104ء)

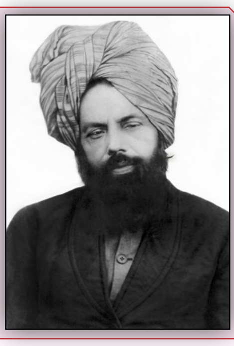

دعوت فکر

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں؟
خُو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں؟

باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں؟
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں؟

کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے؟
آخر قدم بصدق اٹھاؤ گے یا نہیں؟

کیونکر کرو گے ردّ جو محقق ہے ایک بات؟
کچھ ہوش کرکے عذر سناؤ گے یا نہیں؟

سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب
پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں؟

(براہین احمدیہ حصہ دوم،روحانی خزائن جلد1 صفحہ 57)

آج کی دعا

- رَبِّ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ

(تذکرہ صفحہ 483)

ترجمہ:’’اے میرے رب! مجھ پر ظلم کیا گیا ہے تو میرے دشمنوں سے بدلہ لے۔‘‘

- یَا اَللّٰہُ فَتْحٌ (تذکرہ صفحہ 655)
- رَبِّ اجْعَلْنِی غَالِباً عَلٰی غَیْرِیْ (تذکرہ صفحہ 722)

ترجمہ:’’ اے مرے رب! مجھے غیر پر غالب کر دے‘‘

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حالت مغلوبیت،مددو رحمت باری تعالیٰ کے حصول کی دعائیں ہیں۔ آجکل کے حالات میں ان دعاؤں کو کثرت سے پڑھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سلسلہ کی فتح و ظفر کے جلد سامان فرمائے۔آمین

(قدسیہ محمود سردار)

خطاب حضورانور

برموقع تقریب الوداع سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی (25۔اکتوبر 2019ء بمقام مہدی آباد، جرمنی)

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ کہ قوم کا سردار اس کا خادم ہوتا ہے۔ یہ روح اگر ہمارے ہر عہدیدار میں پیدا ہو جائے تو ایک انقلاب پیدا ہو سکتا ہے

جو باتیں کہی جاتی ہیں۔ آپ تقاریر میں سنتے ہیں یا جو خطبات سنتے ہیں ان پر عمل کریں اور ان پر عمل کروائیں۔ اپنے نمونے پیش کریں گے تو دوسرے بھی اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔

خلافتِ احمدیہ کی حفاظت یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کے الفاظ کو پھیلایا جائے۔ ان پر عمل کیا جائے۔ ان پر عمل کروایا جائے۔ اور نئی نسل کو سنبھالا جائے۔

تشہد اور تعوذ کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔

آج کی یہ تقریب جانے والے صدر خدام الاحمدیہ کے اعزاز میں ہے۔ انہوں نے صدارت کا چھ سال کا اپنا دَور مکمل کیا، گو کہ ابھی خدام الاحمدیہ میں ہیں۔ اور گزشتہ سال سے موجودہ صدر کو صدارت کا کام سنبھالے ہوئے ایک سال ہو چکا ہے۔ خدام الاحمدیہ میں کام کرنے والے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے ہر ملک میں بڑا اچھا کام کرنے والے ہیں۔ جانے والے صدر صاحب کو میں صرف یہ کہوں گا کہ اب بھی جو بعض جماعتی ذمہ داریاں ان پر ڈالی گئی ہیں ان جماعتی ذمہ داریوں کی وجہ سے ان میں ایک خادم کی حیثیت سے پہلے جو خدمت کا ایک جذبہ تھا وہ ختم نہیں ہو جانا چاہیے۔ یہ نہ سمجھیں کہ بعض عہدے ان کو مل گئے تو عُہدے کی وجہ سے میرا کوئی اونچا مقام ہو گیا ہے۔ بلکہ ہر عہدیدار کو یہ سمجھنا چاہیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ کہ قوم کا سردار اس کا خادم ہوتا ہے۔ یہ روح اگر ہمارے ہر عہدیدار میں پیدا ہو جائے تو ایک انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔ نظمیں آپ پڑھتے ہیں۔ پُرجوش تقریریں بھی کر لیتے ہیں۔ بڑے اظہار بھی کر لیتے ہیں۔ ترانے بھی پڑھ لیتے ہیں۔ لیکن عملاً فائدہ اسی وقت ہوتا ہے جب آپ کی سوچ آپ کے ان الفاظ کا ساتھ دے رہی ہو۔ آپ کا عمل آپ کے ان الفاظ کا ساتھ دے رہا ہو۔ پس آنے والے صدر کو بھی خیال رکھنا چاہیے اور جسے ایک لمبا عرصہ خدمت کرنے کا موقع ملا اور دوسری جگہ خدمت کا موقع مل رہا ہے اس کو بھی یاد رکھنا چاہیے اور ہر عہدیدار کو امیر سے لے کے نچلی سطح تک ہر ایک کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ وہ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرما رہا ہے اور یہ کسی کا کوئی حق نہیں ہے۔ پس اس فضل کو ہمیشہ یاد رکھیں۔

قارئین بھی یہاں بیٹھے ہیں ان کو بھی خدام الاحمدیہ کے حوالے سے بتا دوں کہ خدام الاحمدیہ کا ایک کام، بہت بڑا کام خلافتِ احمدیہ کی حفاظت بھی ہے اور اس کے لیے وہ عہد بھی کرتے ہیں۔ اور حفاظت یہ نہیں ہے کہ صرف عمومی کی ڈیوٹی دے دی یا حفاظتِ خاص کی ڈیوٹی دے دی۔ یہ کام تو اور دوسرے بھی کر سکتے ہیں۔ اصل حفاظت یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کے الفاظ کو پھیلایا جائے۔ ان پر عمل کیا جائے۔ ان پر عمل کروایا جائے۔ اور نئی نسل کو سنبھالا جائے۔ صرف یہ دعویٰ کر لینا کافی نہیں کہ ہم دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ یہ لڑائی کا تو مسئلہ نہیں ہے۔ آج کل کی لڑائی، آج کل کا جہاد یہ ہے کہ باتوں پر عمل کیا جائے۔ اور یہی وہ اصل کام ہے جو خدام الاحمدیہ نے کرنا ہے۔ ہر قائد کا کام ہے، ہر زعیم کا کام ہے، ہر ناظم کا کام ہے، ہر مہتمم کا کام ہے اور صدر صاحب کا کام ہے۔ پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ جو باتیں کہی جاتی ہیں۔ آپ تقاریر میں سنتے ہیں یا جو خطبات سنتے ہیں ان پر عمل کریں اور ان پر عمل کروائیں۔ اپنے نمونے پیش کریں گے تو دوسرے بھی اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ مجھے یاد ہے میری خلافت کے شروع میں مبشر ایاز صاحب نے مجھے لکھا کہ خلفاء کے خطبات اور تقاریر کا مجموعہ شائع ہوتا ہے۔ اور ان کے جانے کے بعد شائع ہوتا ہے جبکہ ان کی زندگی میں ہونا چاہیے۔ اس لیے انہوں نے لکھا، اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ میری خواہش ہے کہ خلافتِ خامسہ کے دور کے جو میرے خطبات ہیں وہ ساتھ ساتھ ہر سال شائع ہوتے رہیں۔ میں نے اجازت دے دی اور بات بھی یہی ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ کے خلفاء میں، اور آئندہ بھی ان شاء اللہ خلفاء آتے رہیں گے، ہر ایک کا ایک دور رکھا ہوا ہے۔ اور ہر دور کے مطابق خود رہنمائی فرماتا رہتا ہے۔ اور جو موجودہ وقت کے تقاضے ہیں اس کے مطابق خلیفۂ وقت رہنمائی کرتا ہے۔ اس لیے وہ دور جب ختم ہو جائے اور جب نئے خلیفہ کا انتخاب ہو جائےاور نئے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ یہ اعزاز عطا فرما دے تو پھر اس کے مطابق ہی چلنا ہو گا جس طرح وہ رہنمائی کرے نہ کہ پرانی کتابیں شائع کرنے سے۔ ٹھیک ہے بعض تاریخی چیزیں بھی ان میں مل جاتی ہیں۔ بعض علمی باتیں بھی مل جاتی ہیں۔ وہ شائع ہونی چاہئیں۔ لیکن عمل کے لیے ضروری ہے کہ خلیفۂ وقت کی بات کو سنو۔ اس پر عمل کرو۔ نہ یہ کہ اس سے منشاء یہ تھا یا وہ تھا۔ بعض لوگ آپس میں جب بات کر رہے ہوں تو عہدیداروں کی طرف سے یہ ہوتا ہے کہ نہیں خلیفۂ وقت نے جو یہ الفاظ کہے تو ان کا منشاء یہ تھا۔ اگر منشاء یہ تھا یا وضاحت کی ضرورت ہے تو خلیفۂ وقت موجود ہے اس سے یہ پوچھو۔ اور اگر سابق خلفاء کی باتیں تھیں اور ان کا منشاء تھا تو اس کا فیصلہ کرنا بھی خلیفۂ وقت کاکام ہے کہ اُس بات کی کیا تشریح ہوگی یا حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے ہیں یا ان کی باتیں ہیں تو اس کی کیا وضاحت ہوگی۔ یہ کام ہر عہدیدار کا نہیں ہے۔ یہ باتیں کہ اس کی تشریح کیا ہونی ہے یہ فیصلہ کرنا خلیفۂ وقت کا کام ہے۔ اس لیے خدام الاحمدیہ ہمیشہ یاد رکھے، ہر عہدیدار ہمیشہ یاد رکھے کہ آپ نے خلیفۂ وقت کے الفاظ کو دیکھنا ہے، اس کی باتوں کو سننا ہے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اور پرانے منشاء اور پرانی باتیں کھنگالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ جب تک بہتر سمجھتا ہے ایک خلیفہ کو زندگی دیتا ہے اور اس کے کام کو جاری رکھتا ہے۔ اور جب وہ بہتر سمجھتا ہے تو ایک دور ختم ہو جاتا ہےاور اگلا دور شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس بات کو، اس حقیقت کو سمجھنے کی ہر ایک عہدیدار کو کوشش کرنی چاہیے۔ اور خدام الاحمدیہ کا خاص طور پر یہ کام ہے کہ جب خلافت کے نظام کی حفاظت کی ذمہ داری ان پر ہے تو حفاظت اسی طرح ہے کہ اپنے نوجوانوں میں، اپنے بچوں میں یہ روح پیدا کریں کہ تم نے خلیفۂ وقت کی باتوں کو سننا ہے اور ان پر عمل کرنا ہے۔ اور یہی حقیقت ہے جو خلافت کی حفاظت کا اہل بناتی ہے ورنہ اس کے علاوہ سب باتیں ہی ہیں۔ پس میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو توفیق عطا فرمائے کہ حقیقی رنگ میں خلافت کی حفاظت کرنے والے ہوں۔ اور خلیفۂ وقت کے حقیقی مددگاروں میں سے ہوں، سلطانِ نصیر ہوں۔ اور خلافت احمدیہ کا جو ادارہ ہے اس کی حقیقی رنگ میں حفاظت کرنے والے ہوں اور وہ یہی ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ خلیفۂ وقت کے الفاظ پر عمل ہو اور عمل کروانے کی کوشش ہو اور اس کو پھیلایا جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 15 نومبر 2019ء)

پیکرِ اطاعت

حضرت حاجی الحرمین خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بے مثال اطاعت امام

محمد انور شہزاد

اطاعت عربی زبان کا لفظ ہے جو ’’طَوْع‘‘ سے نکلا ہے جس کے معنی مرضی اور خوشی کے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اطاعت اور فرمانبرداری دراصل وہی ہوتی ہے جو بشاشت قلب سے کی جائے اور اس میں اپنی مرضی اور پسندیدگی بھی پائی جاتی ہو۔ایسی اطاعت کے نتیجے میں انسان کو لذت اور سرور محسوس ہوتا ہے۔کراہت سے یا بے رغبتی سے کی گئی فرمانبرداری اطاعت کی روح کے خلاف ہے۔

ہمارے نبی اکرمﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ مومن کی مثال نکیل والے اونٹ کی سی ہے جدھر اسے لے جاؤ ادھر چل پڑتا ہے۔اور اطاعت کا عادی ہوتاہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4صفحہ 126۔ابو داؤد کتاب السنہ باب فی لزوم الطاعۃ)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ’’اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتاہے۔بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ246)

آپ علیہ السلام اپنے پیارے مرید حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

’’مولوی حکیم نور دین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفت ایثار اور للہ شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی اسلام میں عجیب شان رکھتے ہیں۔ کثرت مال کے ساتھ کچھ قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا۔مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا ان میں جن کے دلوں پر ان کی صحبت کا اثر ہے...خدا تعالیٰ اس خصلت اور ہمت کے آدمی اس امت میں زیادہ سے زیادہ کرے۔آمین ثم آمین

چہ خوش بُودے اگر ہر یک ز اُمت نور دیں بودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پر از نور یقین بودے

ترجمہ:کیا ہی اچھا ہوتا اگر قوم کا ہر فرد نورالدین بن جائے۔ مگریہ تب ہی ہو سکتاہے کہ جب ہر دل یقین کے نور سے بھر جائے۔ (نشان آسمانی ،روحانی خزائین جلد 4صفحہ410-411)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول حاجی الحرمین حافظ حکیم مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کی زندگی فدائیت کے واقعات سے معمور ہے۔ چند واقعات بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

وطن کا خیال دل سے نکال دیا

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ 1876ء (تاریخ احمدیت جلد نمبر 3صفحہ86) سے ستمبر 1892ء(تاریخ احمدیت جلد نمبر 3صفحہ 130) تک ریاست جموں وکشمیر میں مہاراجہ کشمیر کے شاہی طبیب کے طور پر ملازمت کرنے کے بعدواپس اپنے وطن بھیرہ تشریف لائے۔بھیرہ پہنچ کر ایک بہت بڑے پیمانہ پر شفاخانہ کھولنے کا ارادہ فرمایا اور اس کے لئے ایک عالی شان مکان بنوانا شروع کیا۔ابھی وہ مکان ناتمام ہی تھا کہ آپ کو1993ء (تاریخ احمدیت جلد نمبر 3صفحہ 137) میں کچھ سامان عمارت خریدنے کے لئے لاہور جانا پڑا۔لاہور پہنچ کر جی چاہا کہ قادیان نزدیک ہے حضرت اقدس سے بھی ملاقات کر لیں مگر چونکہ بھیرہ میں ایک بڑے پیمانہ پر تعمیر کاکام جاری تھا اس لئے بٹالہ پہنچ کر فوری واپسی کی شرط سے کرائے کا یکہ کیا جب حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قبل اس کے کہ آپ واپسی کی اجازت مانگتے۔حضور نے خود ہی دوران گفتگو میں فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہوگئے۔آپ نے عرض کیا۔ ہاں حضور! اب تو میں فارغ ہی ہوں۔ وہاں سے اٹھے تو یکے والے سے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ۔ آج اجازت لینا مناسب نہیں ہے۔کل پرسوں اجازت لیں گے۔اگلے روز حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہوگی۔آپ اپنی ایک بیوی کو بلوا لیں۔آپ نے حسب الارشاد بیوی کو بلانے کے لئے خط لکھ دیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ ابھی میں شاید جلد نہ آسکوں اس لئے عمارت کاکام بند کردیا جائے۔جب آپ کی بیوی آگئیں توحضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہٰذا آپ اپنا کتب خانہ بھی منگوا لیں۔تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا کہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے۔آپ اس کو ضرور بلا لیں...پھر ایک موقع پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ مولوی صاحب اب آپ اپنے وطن بھیرہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔حضرت مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں دل میں بہت ڈرا کہ یہ تو ہوسکتا ہے کہ میں وہاں کبھی نہ جاؤں مگر یہ کس طرح ہوگا کہ میرے دل میں بھی بھیرہ کا خیال نہ آوے مگر خداتعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں۔میرے واہمہ اور خواب میں بھی مجھے وطن کا خیال نہ آیا پھر تو ہم قادیان کے ہوگئے۔

حضرات غور فرمائیے!!ایک شخص ہزاروں روپے خرچ کر کے اپنے وطن میں ایک عالیشان مکان تعمیر کرتا ہے مگر امام کی اطاعت کا جذبہ اس حد تک اس پر مستولی ہے کہ وہ اتنا بھی عرض نہیں کرتا کہ حضرت! مجھے اجازت دی جائے کہ میں اس مکان کو فروخت کر آؤں تا وہ روپیہ ہی میرے کام آوے بلکہ یہ بھی نہیں کرتا کہ کسی اور کے ذریعہ سے ہی اس مکان کی فروختگی کا انتظام کرے اس صورت میں بھی اسے اندیشہ تھا کہ مبادا حضرت اقدسؑ کے اس فرمان کی خلاف ورزی ہو جائے کہ ’’مولوی صاحب اب آپ اپنے وطن بھیرہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔بس ادھر حکم ملا ادھر آمنا وصدقنا کہا۔

ایک مرتبہ بھیرہ کے کسی رئیس نے آپ کی خدمت میں چٹھی لکھی کہ میں بیمار ہوں اور آپ ہمارے خاندانی طبیب ہیں مہربانی فرماکر بھیرہ تشریف لاکر مجھے دیکھ جائیں۔آپ نے اس رئیس کو لکھا کہ میں بھیرہ سے ہجرت کر چکا ہوں اور اب حضرت مرزا صاحب کی اجازت کے بغیر میں قادیان سے باہر کہیں نہیں جاتا۔آپ کو اگر میری ضرورت ہے تو حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں لکھو۔چنانچہ اس رئیس نے حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا۔حضرت صاحب نے فرمایا۔ مولوی صاحب! آپ بھیرہ جاکر اس رئیس کو دیکھ آئیں، جب آپ بھیرہ پہنچے تو اس رئیس کا مکان بھیرہ کے اردگردجو گول سڑک ہے اس پر تھا۔ اُسے آپ نے دیکھا اور نسخہ تجویز فرما کر فوراً واپس تشریف لے آئے۔نہ اپنے آبائی مکانوں کو دیکھا نہ نئے زیر تعمیر مکان تک گئے،نہ عزیزوں سے ملاقات کی،نہ دوستوں سے ملے بلکہ جس غرض کے لئے حضرت اقدس نے آپ کو بھیجا تھا جب وہ غرض پوری ہوگئی تو فوراً واپس تشریف لے آئے۔ (حیات نور صفحہ 184-185)

میری جان کا مالک میرا آقا ہے۔

ایک مرتبہ قادیان دارالامان میں ایک نواب صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں علاج کے لئے آئے ہوئے تھے۔ایک دن نواب صاحب کے اہلکار حضرت مولوی صاحب کے پاس آئے جن میں ایک مسلمان اور ایک سکھ تھا اور عرض کیا کہ نواب صاحب کے علاقہ میں لاٹ صاحب آنے والے ہیں۔آپ ان لوگوں کے تعلقات کو جانتے ہیں۔ اس لئے نواب صاحب کا منشاء ہے کہ آپ اُن کے ہمراہ وہاں تشریف لے جائیں۔حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں اپنی جان کا مالک نہیں میرا ایک آقا ہے اگر وہ مجھے بھیج دے تو مجھے کیا انکار ہے۔پھر ظہر کے وقت وہ اہلکار مسجد میں بیٹھ گئے۔جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے اپنا مدعا بیان کیا حضور نے فرمایا اس میں شک نہیں کہ ہم مولوی صاحب کو آگ میں کودنے یا پانی میں چھلانگ لگانے کے لئے کہیں تو وہ انکار نہ کریں گے لیکن مولوی صاحب کے وجود سے ہزاروں لوگوں کو ہر وقت فیض پہنچتا ہے۔قرآن و حدیث کا درس دیتے ہیں۔اس لئے ہم اتنا فیض بند نہیں کر سکتے۔اس دن جب عصر کے بعد درس قرآن مجید دینے لگے تو خوشی کی وجہ سے منہ سے الفاظ نہ نکلتے تھے۔فرمایا ! مجھے آج اس قدر خوشی ہے کہ بولنا محال ہے اور وہ یہ کہ میں ہر وقت اس کوشش میں لگا رہتا ہوں کہ میرا آقا مجھ سے خوش ہو جائے۔ آج میرے لئے کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ میرے آقا نے میری نسبت اس قسم کا خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر ہم نورالدین کو آگ میں جلا دیں یا پانی میں ڈبو دیں تو پھر بھی وہ انکار نہیں کرے گا۔

(سیرۃ المہدی حصہ سوم ص160،وحیات نورص186-187)

سخت تکلیف اٹھا کر کا مل اطاعت

ایک مرتبہ ایک ہندو بٹالہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور عرض کی کہ میری اہلیہ سخت بیمار ہے۔ازراہ نوازش بٹالہ چل کر اسے دیکھ لیں۔آپ نے فرمایا۔حضرت مرزا صاحب سے اجازت حاصل کرو۔اس نے حضرت صاحب کی خدمت میں درخواست کی۔حضور نے اجازت دی۔بعد نماز عصر جب مولوی صاحب حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ امید ہے آپ آج ہی واپس آجائیں گے۔عرض کی بہت اچھا۔بٹالہ پہنچے۔مریضہ کو دیکھا۔واپسی کا ارادہ کیا مگر بارش اس قدر ہوئی کہ جل تھل ایک ہوگئے۔ان لوگوں نے عرض کی کہ حضرت! راستے میں چوروں اورڈاکوؤں کا بھی خطرہ ہے۔پھر بارش اس قدر زور سے ہوئی ہے کہ واپس پہنچنا مشکل ہے کئی مقامات پر پیدل پانی میں گزرنا پڑے

گا۔ مگر آپ نے فرمایا خواہ کچھ ہو۔ سواری کا انتظام بھی ہو یا نہ ہو۔ میں پیدل چل کر بھی قادیان ضرور پہنچوں گا۔ کیونکہ میرے آقا کا ارشاد یہی ہے کہ آج ہی مجھے واپس قادیان پہنچنا ہے۔ خیر یکہ کا انتظام ہوگیا اور آپ چل پڑے۔ مگر بارش کی وجہ سے راستہ میں کئی مقامات پر اس قدر پانی جمع ہوچکا تھا کہ آپ کو پیدل وہ پانی عبور کرنا پڑا۔ کانٹوں سے آپ کے پاؤں زخمی ہوگئے مگر (18 کلو میٹر کا فاصلہ طے کرتے ہوئے) قادیان پہنچ گئے۔ اور فجر کی نماز کے وقت مسجد مبارک میں حاضر ہوگئے۔ حضرت اقدسؑ نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کیا مولوی صاحب رات بٹالہ سے واپس تشریف لے آئے تھے۔ قبل اس کے کوئی اور جواب دیتا آپ فوراً آگے بڑھے اور عرض کی حضور! میں واپس آگیا تھا۔ یہ بالکل نہیں کہا کہ حضور! رات شدت کی بارش تھی، اکثر جگہ پیدل چلنے کی وجہ سے میرے پاؤں زخمی ہوچکے ہیں اور میں سخت تکلیف اٹھا کر واپس پہنچا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ اپنی تکالیف کا ذکر تک نہیں کیا۔ (حیات نور صفحہ 189)

اپنے آقا کی منشاء کی تعمیل کے لئے غیرت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کے قابل شادی لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک فہرست تیار فرمائی تھی اور اسے آپ نہایت احتیاط سے محفوظ رکھا کرتے تھے اور عموماً جو کوئی احمدی اپنی لڑکی یا لڑکے کے لئے رشتہ معلوم کرنا چاہتا۔ حضورؑ اس کے مناسب حال اسے رشتہ بتادیا کرتے تھے اور ہر شخص حضور کے تجویز فرمودہ رشتہ کو بطیب خاطر منظور کر لیتا تھا۔ مگر ایک مرتبہ ایک شخص کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کرنے کا ارشاد فرمایا تو اس نے منظور نہ کیا۔ اس پر حضورؑ کو بہت تکلیف ہوئی اور حضورؑ نے آئندہ کے لئے رشتہ ناطہ کے اس انتظام کو ختم کر دیا ... ایک دن حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی مجلس میں ذکر ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی دوست کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کردینے کے لئے فرمایا مگر وہ دوست راضی نہ ہوا۔ اتفاقاً اس وقت آپؓ کی صاحبزادی مرحومہ امۃ الحئی بھی جو اس وقت بہت چھوٹی تھیں کھیلتی ہوئی سامنے آگئیں۔ حضرت مولوی صاحب اس دوست کا ذکر سن کر جوش سے فرمانے لگے کہ مجھے تو اگر مرزا کہے کہ اپنی لڑکی کو نہالی (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں کام کرنے والی مہترانی) کے لڑکے کو دے دو۔ تو میں بغیر کسی انقباض کے فوراً دے دوں گا۔ یہ کلمہ سخت عشق و محبت کا تھا۔ مگر نتیجہ دیکھ لو کہ بالآخر وہی لڑکی حضورؑ کی بہو بنی اور اس شخص کی زوجیت میں آئی جو خود حضرت مسیح موعودؑ کا حسن و احسان میں نظیر تھا۔

(حیات نور ص 187-188)

تعمیل حکم میں جوتے اور پگڑی کا بھی ہوش نہیں

ایک مرتبہ آپ مطب میں بیٹھے تھے۔ اردگرد لوگوں کا حلقہ تھا۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ مولوی صاحب! حضور یاد فرماتے ہیں۔ یہ سنتے ہی اس طرح گھبراہٹ کے ساتھ اٹھے کہ پگڑی باندھتے جاتے تھے اور جوتا گھسیٹتے جاتے تھے۔ گویا دل میں یہ تھا کہ حضور کے حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو۔ پھر جب منصب خلافت پر فائز ہوئے تو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تم جانتے ہو نورالدین کا یہاں ایک معشوق ہوتا تھا جسے مرزا کہتے تھے۔ نورالدین اس کے پیچھے یوں دیوانہ وار پھرا کرتا تھا کہ اسے اپنے جوتے اور پگڑی کا بھی ہوش نہیں ہوا کرتا تھا۔ (حیات نور ص 187-188)

اپنے آقا کی کمال درجہ کی اطاعت و ادب

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ میں اطاعت و ادب کا مادہ کمال درجہ پر تھا۔ جن دنوں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے صاحبزادے مرزا مبارک احمد صاحب بیمار تھے۔ تو ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کو آپؓ کو دیکھنے کے لئے گھر میں بلایا۔ اس وقت حضور علیہ السلام صحن میں ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے اور صحن میں کوئی فرش وغیرہ نہیں تھا۔ حضرت مولوی صاحبؓ آتے ہی حضور علیہ السلام کی چارپائی کے پاس زمین پر بیٹھ گئے۔ حضرت اقدس مسیح پاکؑ نے فرمایا مولوی صاحب چارپائی پر بیٹھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے عرض کیا حضور میں بیٹھا ہوں اور کچھ اونچے ہو گئے۔ اور ہاتھ چارپائی پر رکھ لیا مگر حضور علیہ السلام نے جب دوبارہ کہا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اٹھ کر چارپائی کے ایک کنارہ پر پائنتی کے اوپر بیٹھ گئے۔ اللہ اللہ اطاعت میں کیا کمال ہے کہ وہ شخص جو کسی بڑے سے بڑے آدمی کے سامنے زمین پر بیٹھنے کے لئے طالب علمی کے زمانہ میں بھی تیار نہیں ہوتا تھا، دینی و دنیوی ترقیات کی اعلیٰ منزلیں طے کرنے کے بعد بھی حضرت مسیح پاکؑ کے سامنے زمین پر بیٹھنے ہی میں سعادت عظمیٰ سمجھتا ہے۔ (حیات نورص:188-189)

بلا توقف تعمیل حکم

23۔ اکتوبر 1905ء کو حضرت مسیح پاک علیہ السلام حضرت ام المومنینؓ کو آپ کے خویش واقارب سے ملانے کے لئے دہلی تشریف لائے۔ ابھی دہلی پہنچے چند دن ہی ہوئے تھے کہ حضور علیہ السلام کو نقرس کی تکلیف ہوگئی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کو تار دلوائی کہ فوراً دلی پہنچ جائیں۔ تار لکھنے والے نے تار میں بلاتوقف کے الفاظ لکھ دیئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کو جب یہ تار پہنچی تو اس وقت آپ اپنے مطب میں تشریف رکھتے تھے۔ تار کے ملتے ہی یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ حضرت صاحب نے بلا توقف بلایا ہے میں جاتاہوں اور گھر میں قدم تک رکھنے کے بغیر سیدھے اڈہ خانہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ کیفیت یہ تھی کہ اس وقت نہ جیب میں خرچ تھا اور نہ ساتھ کوئی بستر وغیرہ۔ گھر والوں کو اطلاع ملی تو پیچھے سے ایک کمبل تو کسی شخص کے ہاتھ بھجوا دیا مگر خرچ کا انہیں بھی خیال نہ آیا اور شاید اس وقت گھر میں کوئی رقم ہو گی بھی نہیں۔ اڈہ خانہ پہنچ کر حضرت خلیفہ اولؓ نے یکہ لیا اور بٹالہ پہنچ گئے مگر ٹکٹ خریدنے کا کوئی سامان نہیں تھا۔ چونکہ گاڑی چلنے میں کچھ وقت تھا۔ آپ خداپر توکل کر کے اسٹیشن پر ٹہلنے لگ گئے۔ اتنے میں ایک ہندو رئیس آیا اور حضرت خلیفہ اولؓ کو دیکھ کر عرض کی کہ میری بیوی بہت بیمار ہے آپ تکلیف فرما کر میرے ساتھ تشریف لے چلیں اور اسے میرے گھر پر دیکھ آئیں۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا کہ میں تو امام کے حکم پر دلی جارہا ہوں اور گاڑی کا وقت ہونے والا ہے۔ میں اس وقت نہیں جاسکتا۔ اس نے عرض کیا کہ میں اپنی بیوی کو یہیں اسٹیشن پر لے آتا ہوں آپ اسے یہیں دیکھ لیں۔ آپ نے فرمایا اگر یہاں لے آؤ اور گاڑی میں کچھ وقت ہوا تو میں دیکھ لوں گا۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی کو اسٹیشن پر لایا اور آپ نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھ دیا۔ یہ ہندو رئیس چپکے سے گیا اور دلی کا ٹکٹ لاکر حضرت خلیفہ اولؓ کے حوالہ کیا اور ساتھ ہی معقول نقدی بھی پیش کی۔ اور اس طرح آپ 29 اکتوبر 1905ء کو قادیان سے دہلی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ (تاریخ احمدیہ جلد 2 صفحہ 426-425۔ حیات نور صفحہ 285) اور جب وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح نہیں فرمایا تھا۔ کہ فوری آجائیں تار لکھنے والے نے تار میں لکھ دیا تھا فوری پہنچیں۔ لیکن کوئی شکوہ نہیں۔ کہ اس طرح میں آیا ہوں کیوں مجھے تنگ کیا بلکہ بڑی خوشی سے وہاں بیٹھے ہیں ... تو یہ اطاعت کا اعلیٰ درجے کا معیار ہے۔ کہ ہر سوچ اور ہر فکر، حکم کے آگے بے حیثیت ہے... اور ایسے ہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتاہے۔ پس یہ ہمارے لئے بھی اسوہ ہے۔ (خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 204-205)

صوفی ترقی کرے تو نورالدین بنتاہے

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی اطاعت کسی کمزوری کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ محض خدا کی رضا کی خاطر تھی غیروں کی نظر میں بھی آپؓ کا ایک عظیم مقام تھا۔ ممتاز سکالر اور دانشور جناب سر سید احمد خان بانی علی گڑھ کالج اپنے ایک خط محررہ 8 مارچ 1897ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے سوال کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

"آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ جاہل پڑھ کر جب ترقی کرتا ہے تو پڑھا لکھا کہلاتا ہے مگر جب اور ترقی کرتا ہے تو فلسفی بننے لگتا ہے۔ پھر ترقی کرے تو اسے صوفی بنا پڑتا ہے۔ جب یہ ترقی کرے تو کیا بنتا ہے ... اس کا جواب اپنے مذاق کے موافق عرض کرتا ہوں کہ جب صوفی ترقی کرتا ہے تو مولانا نورالدین ہو جاتا ہے۔"

("مکتوبات سرسید" جلد دوم مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی ناشر مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور طبع ثانی جون 1985ء بحوالہ از روزنامہ الفضل خلافت جوبلی نمبر 3 دسمبر 2008ء ص113)

جماعت کو آخری نصیحت

یہی امامنا ومولانا نورالدین ترقی کرتے ہوئے خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تو اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"آخر میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ تمہارا اعتصام حبل اللہ کے ساتھ ہو۔ قرآن تمہارا دستور العمل ہو۔ باہم کوئی تنازع نہ ہو کیونکہ تنازع فیضان الٰہی کو روکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم جنگل میں اسی نقص کی وجہ سے ہلاک ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کی قوم نے احتیاط کی اور وہ کامیاب ہوگئے۔ اب تیسری مرتبہ تمہاری باری آئی ہے۔ اس لئے چاہئے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میت غسّال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمہارے ارادے اور خواہشیں مردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ۔ اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں۔ استغفار کثرت سے کرو اور دعاؤں میں لگے رہو۔ وحدت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ دوسرے کے ساتھ نیکی خوش معاملی میں کوتاہی نہ کرو۔ تیرہ سو برس بعد یہ زمانہ ملا ہے اورآئندہ یہ زمانہ قیامت تک نہیں آسکتا۔ پس اس نعمت کا شکر کرو۔ کیونکہ شکر کرنے پر ازدیادِ نعمت ہوتا ہے۔ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ (ابراہیم: 8) لیکن جو شکر نہیں کرتا وہ یاد رکھے اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ (ابراہیم: 8)"

(خطباتِ نور صفحہ 131)

پس ہم سب کا فرض ہے کہ ہم دلی بشاشت سے لذت و سرور محسوس کرتے ہوئے اپنے امام کی ہر بات ماننے والے ہوں۔ ہم اپنے امام کی ہر امر میں اس طرح پیروی کرنے والے ہوں جس طرح میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ہم خلافت احمدیہ کی خاطر اپنی جان، مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کیلئے ہردم تیار ہوں اور اپنی اولاد در اولاد کو خلافت احمدیہ سے وابستہ رہنے کی تلقین کرنے والے ہوں خلافت احمدیہ کی محبت اور اطاعت ہمارے چہروں سے اس طرح جھلک رہی ہو کہ دیکھنے والا ہر دشمن جا کے اس بات کی گواہی دے کہ تم لوگ خلافت احمدیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ اس کے چاہنے والے انسان نہیں موتیں ہیں جو خلافت احمدیہ کی خاطر اپنا تن من دھن قربان کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

منضبط یہ رشتۂ طاعت، قیادت ہو ہمیش
سر پہ اپنے سایۂ ابرِ خلافت ہو ہمیش

مضمون نویسوں، نثر نگاروں اور شعراء سے درخواست

روزنامہ الفضل لندن آن لائن کے لئے لکھنے والے پیارے مضمون نویسوں، نثر نگاروں اور شعراء کرام کو کچھ اور بطور درخواست عرض کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔سو اس آرٹیکل میں میرے مخاطب اخبار کے لئے لکھنے والے دوست احباب و خواتین ہیں جو الفضل آن لائن کے لئے حقیقت میں اثاثہ اور سرمایہ ہیں۔یہی بکھرے موتیوں کو جوڑ کر اکٹھا کر کے الفضل آن لائن کے لئے مالا تیار کرتے ہیں یہی ایک عام دکھائی دینے والے پتھر کو تراش کر اپنے خیالات کو ہیرے کی شکل دے کر الفضل آن لائن کی انگشتری میں جڑتے ہیں۔لہٰذا ہم الفضل آن لائن کی خاطر لکھنے والےادیبوں اور شعراء کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کی بھجوائی ہوئی تحریرات اور منظوم کلام کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور اگر نثری تحریر یا منظوم کلام جماعت احمدیہ کی تعلیمات اور الفضل آن لائن کے وضع کردہ قوانین کے منافی نہ ہو تو اسے جلد یا بدیر الفضل آن لائن کی زینت بناتے ہیں۔خاکسار بطور ایڈیٹر اس تحریر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ باتیں اپنے مضمون نگاروں سے باادب کرنا چاہتا ہے تا تحریرات میں پہلے سے بڑھ کر چاشنی پیدا ہو اور اخبار خوبصورت ہوتاچلا جائے۔

1. مضمون صرف تعلیمی و تربیتی ہی نہ ہو بلکہ دُنیا بھر کے تاریخی علاقوں کی معلومات پر مشتمل تحقیقی بھی ہو۔
2. دنیا میں تاریخی ایڈونچرزاور عجوبوں کا تعارف کروائیں۔جیسے ناروے کے نارتھ پول، نیوزی لینڈ و آسٹریلیااور کینیڈا کی خوبصورتی کو coverageدی جاسکتی ہے۔
3. علمی اور تحقیقی، تربیتی، طبّی اور سائنسی مضامین میں حوالہ جات اگر ہوں تو اصل ماخذ(source)سے درج ہوں کسی رسالہ یا اخبار سے عاریتاً نہ لئے گئے ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاءکرام کی کتب سے حوالہ دیتے وقت خصوصی طور پر اس طرف توجہ دیں۔آج کل تو فوٹو کاپیاں بآسانی ہو سکتی ہے اس لئے ہاتھ سے لکھنے کی بجائے اصل کتاب سے لے کر کے پیسٹ کریں تاکہ کسی قسم کی غلطی کا امکان نہ ہو۔
4. مضمون توثیق شدہ حوالہ جات سے مزین ہو۔
5. مضمون یا نظم مختصر ہو۔یہ online اخبارہے اس لئے لمبے اور طوالت والے مضامین و منظوم کلام پسند نہیں کئے جاتےاور نہ ہی آج کل لمبے مضامین پڑھے جاتے ہیں۔
6. طویل مضمون اخبار میں اپنی جگہ بنانے کے لئے وقت بھی لیتاہے۔
7. مضمون یا منظوم کلام بھجواتے ہوئے اپنا نام ایڈریس، فون نمبراور خاص طورپر ملک کا نام ضرور لکھا کریں کیونکہ ای میل یا واٹس ایپ پر بھجوایا ہوا مضمون یا نظم printہوکر بورڈ کے پاس چلا جاتا ہے۔اگر نام درج نہ ہو تو ضائع ہونے کا امکان موجود رہتاہے۔
8. مضمون اگر کسی جگہ سے لیا ہے تو اس کا حوالہ ضرور دیں۔یہ اخلاقی ذمہ داری ہے۔اگر کسی کا مضمون خود لکھ کر اپنے نام سے بغیر حوالے کے بھجوائیں تو یہ سرقہ ہے۔
9. اگر شاعر کسی دوسرے شاعر کا کوئی مصرعہ یا شعر اور نثر نگار کسی دوسرے نثر نگار کا فقرہ quoteکرنا چاہتا ہے تو اسے Inverted Commasمیں لائے۔
10. ادارہ ،شعراء کے نئے اور تازہ کلام کو ترجیح دیتاہے۔
11. اگر آپ نے کوئی مضمون یا نظم الفضل آن لائن کے لئے کہی ہے تو اخلاقی طور پر اسے الفضل آن لائن کو ہی بھجوانا چاہئے۔
12. کچھ عرصہ قبل تو فوٹو کاپی سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ مضمون نویس یا شاعر نے اپنا کلام کسی دوسرے اخبار کو بھی بھجوایا ہے۔لیکن آج کل جدید طریقوں سے بآسانی معلوم نہیں کیا جاسکتا۔
13. آج کل سوشل میڈیا کا دور ہے دوست مضمون لکھ کر یا نظم کہہ کر سب سے پہلے سوشل میڈیا پر بھجواتے ہیں اور ساتھ ہی''الفضل آن لائن''کو بھجوا کر وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ ان کی یہاں بھی اشاعت ہو۔اس لئے الفضل کے لئے لکھا گیا مضمون صرف الفضل آن لائن کو بھجوائیں۔ اشاعت کے بعد ضرور الفضل کے لیبل کے ساتھ سوشل میڈیا پر Shareکریں۔
14. اگر اپنے مضمون یا پُرانی نظم میں ترمیم کی ہو یا اضافہ و کٹوتی کی ہو تو اس کے ساتھ اس کا ذکر ضرور کریں۔
15. میٹریل کمپوزڈ ہو۔اگر wordمیں کمپوزنگ ہو تو بہتر ہے ورنہ inpage3 میں بھی کمپوزنگ قابل قبول ہے۔
16. کمپوز کرتے وقت تاریخ یا فگرز انگلش میں کمپوز کریں۔اردو یا عربی میں نہ کریں۔
17. سن 2020ءلکھتے وقت عیسوی کا ''ء'' نشان ضرور ڈالیں مگر 2020ء کے نیچے سن کا نشان نہ ڈالیں۔جیسے 2020؁
18. شعراء کو میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ اپنا کلام بھجواکر اگلے ہی لکھ دیتے ہیں یہ ترمیم کر لیں۔پہلے ہی ترمیم کر کےاور کسی سینئر شاعر سے تصحیح کروا کے بھجیں۔آپ کا کلام printing کے لئے جب جا چکا ہے تو پھر ترمیم اور کسی سینئر شاعر سے تصحیح کروانی مشکل ہوتی ہے۔
19. اپنے مضمون کو بھجوانے سے قبل پروف ریڈنگ ضرور کر لیں۔
20. مشن ہاؤسز، جماعت کی ترقیات اور اپنے ہاں ہونے والےجماعتی پروگرامز اور فنکشنز کی رپورٹنگ مع فوٹوز بھی بھجوائی جاسکتی ہے۔
21. بچے کی پیدائش، تعلیمی کامیابی اوربیمار کی شفایابی اور وفات کے لئے اعلان بھی بھجوائے جا سکتے ہیں۔لیکن یہ تسلی کر لیں کہ میٹریل میں کوئی غلطی یا تاریخی اعتبار سے غلط بات درج نہ کر دی گئی ہو۔نومولود اور Maleطلبہ کامیابی حاصل کرنے یا وفات یافتہ مرد حضرات کی فوٹو بھجوائی جا سکتی ہے۔
22. اہم عالمی دنوں پر بھی لکھا جاسکتا ہے۔لیکن یہ امر ذہن میں رہے کہ یہ مضمون قریباً پندرہ دن پہلے آنا چاہئے۔
23. آیت کا حوالہ دیتے وقت یہ طریق اپنائیں جیسے (البقرہ:19) عمومی طور پر لوگ البقرہ کے آخر میں ہ کو ۃ بنا کر لکھتے ہیں۔جو درست نہیں۔
24. ایک ہی مضمون یا نظم کو بار بار نہ بھجوائیں۔آپ کو جزاک اللہ کی اطلاع مل جاتی ہے۔مگر لوگ تسلی نہ ہونے کی وجہ سے بار بار بھیجتے ہیں۔جس سے وقت کا ضیاع تو ہوتا ہی ہے مالی نقصان بھی ہو رہا ہوتا ہے۔
25. درج ذیل ای میل: info@alfazlonline.org پراپنی تحریرات بھجوائی جاسکتی ہیں۔اس کے علاوہ کسی اور جگہ نہ بھجوائیں۔
26. تاہم سیکرٹری کمیٹی،یوکے مکرم سعید الدین احمد کے واٹس ایپ نمبر00447951614020اور دوسرے آفیشل واٹس ایپ نمبر 00447493785065 پر مسیجز کے ذریعہ رابطہ کیا جا سکتا ہے۔
27. بعض لوگ آڈیو کلپس بھجوا دیتے ہیں۔جو اپنی ذات میں بہت عمدہ، تربیتی و تاریخی ہوتے ہیں۔اگر اس کو Transcribe کرکے بھیجیں تو ادارہ کے لئے آسانی ہوگی۔
28. سوشل میڈیا پر گردش کرنے والے clipsمیں بعض بغیر حوالے اور غیر تصدیق شدہ ذوقی باتیں ہوتی ہیں جو ہمارے اخبار کے لئے مناسب نہ ہے۔مستند روایات ضرور بھجوائیں۔
29. مضمون نویس اور شعراء سے اپنی فوٹوز بھجوانے کی بھی درخواست ہے۔خواتین اس سے مستثنیٰ ہیں۔
30. تقاریب ، مشن ہاؤسز ، مساجد اورجماعتی پروگرامز و دیگر اہم تاریخی مقامات کی فوٹوز ضرور بھجوائیں۔
31. بعض مضمون نگار یا شعراء اپنے مضمون یا نظم کے ساتھ الگ سے ایک خط ایڈیٹر کے نام لکھ دیتے ہیں۔اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ صرف اپنا مضمون یا نظم بھجوائیں جس پر آپ کا نام اور جگہ درجہ ہو ہاں اگر کوئی رائے دینی ہے یا اپنا خیال اخبار کے بارہ میں لکھنا ہےتووہ ضرور ایڈیٹر کے نام لکھیں۔
32. آخری بات مضمون نویسوں اور شعراء سے یہ گزارش ہے کہ ہر اخبار استاد اور ٹیچر ہوتا ہے۔اس سے جہاں بہت سا علم تقسیم ہورہا ہوتا ہے وہاں نو آموز لکھاریوں کے مضامین اور پہلی دفعہ کلام کہنے والے شعراء کے کلام کو اخبار کا حصہ بنا کر ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔کوئی بڑے سے بڑا لکھنے والا ماں کی گود سے لکھنے کا ادب یا منظوم کلام کہنے کا طریق سیکھ کر نہیں آتا۔یہی اخبار اسے عظیم نامہ نگار، اینکر،شاعر اور مضمون نگار بناتے ہیں اس لئے اخبارایسے مضمون نویسوں اور شعراء کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو ابھی اس اہم میدان میں یا اکھاڑے میں اُترے ہیں،ادارہ اس کی اصلاح کر کے اور ان کے مضامین کو ادبی بنا کر قارئین کرام کے لئے بطور مائدہ پیش کرتا ہے۔بس اپنا کلام تربیتی و تعلیمی، ادبی، تحقیقی اور معلوماتی رکھیں۔

؏ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

(ایڈیٹر)

نمازوں کے قیام کی ایک اعلیٰ تشریح

سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''نمازوں کے قیام کی ایک بڑی اعلیٰ تشریح اور وضاحت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح فرمائی ہے کہ صلوۃ کا بہترین حصہ جمعہ ہے جس میں امام خطبہ پڑھتا ہے اور نصائح کرتا ہے۔ اور خلیفہ وقت دنیا کے حالات دیکھتے ہوئے دنیا کی مختلف قوموں کی وقتاً فوقتاً اُٹھتی ہوئی اور پیدا ہوتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر نصائح کرتا ہے جس سے قومی وحدت اور یکجہتی پیدا ہوتی ہے۔ سب کا قبلہ ایک طرف رکھتا ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی اصل تصویر ہمارے سامنے ہے۔ اور جماعت احمدیہ میں یہ تصویر ہمیں نظر آتی ہے۔ جبکہ خلیفہ وقت کا خطبہ بیک وقت دنیا کے تمام کونوں میں سُنا جا رہا ہوتا ہے۔ اور مختلف مزاج اور ضروریات کے مطابق بات ہوتی ہے۔ میں جب خطبہ دیتا ہوں، جب نوٹس لیتا ہوں تو اُس وقت صرف آپ جو میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، وہی مدّ نظر نہیں ہوتے۔ بلکہ کوشش ہوتی ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک کی جو مجھے رپورٹس آتی ہیں اُن کو سامنے رکھتے ہوئے کبھی زیادہ زور یورپ کے حالات کے مطابق خطبہ میں ہو۔ کبھی ایشیا کے کسی ملک کے حالات کے مطابق ہو یا عمومی طور پر اُن کے حالات کے مطابق ہو۔ کبھی افریقہ کے مطابق ہو۔ کبھی جزائر کے مطابق ہو۔ لیکن اسلام چونکہ ایک بین الاقوامی مذہب ہے اس لئے ہر بات جو بیان ہو رہی ہوتی ہے وہ ہر ملک اور ہر طبقے کے احمدیوں کے لئے نصیحت کا رنگ رکھتی ہے۔ چاہے کسی کو بھی مدّنظر رکھ کر بات کی جارہی ہو کچھ نہ کچھ پہلو اُن کے اپنے بھی اُس میں موجود ہوتے ہیں۔ مجھے خطبے کے بعد دنیا کے مختلف ممالک سے خط بھی آتے ہیں، روس کی ریاستوں کے مقامی باشندوں کی طرف سے بھی آتے ہیں، افریقہ کے مقامی باشندوں کی طرف سے بھی آتے ہیں اور دوسرے ممالک کے مقامی باشندوں کی طرف سے بھی آتے ہیں اور یہ اظہار ہوتا ہے کہ یوں لگتا ہے یہ خطبہ جیسے ہمارے لئے ہے۔ بہر حال اقامت صلوٰۃ کی ایک تشریح یہ بھی ہے جو خلافت کے ذریعہ سے آج دنیائے احمدیت میں جاری ہے۔''

(خطبہ جمعہ مورخہ 27مئی2011ء)

مقامات سجدہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِیًّا۔

ترجمہ: جب اُن پر رحمان کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے۔ (مریم 59)

حضرت عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں۔اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَقْرَاَهُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَجْدَةً فِي الْقُرْآنِ کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو قرآن مجید میں (15) سجدے پڑھائے۔ اُن میں سے تین سجدے مفصل (سورتوں جو باختلاف سورۃ ق یا حجرات سے نازعات یا بروج تک شمار ہوتی ہیں) میں ہیں جبکہ دو سجدے سورۃ الحج میں ہیں۔

(سنن أبي داؤد، کتاب الصلاۃ)

حضرت ابودرداءؓ بیان کرتے ہیں سَجَدْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ اِحْدٰی عَشْرَةَ سَجْدَةً کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ گیارہ سجداتِ تلاوت کئے، جن میں سے کوئی سجدہ مفصل سورتوں میں نہ تھا بلکہ وہ سجدے سورۃ اعراف، رعد، نحل، بنی اسرائیل، مریم، حج، فرقان، نمل، سورۃ السجدہ، سورۃ صٓ اور سورۃ حٰم سجدہ میں تھے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب عدد سجود القرآن)

ان کے علاوہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات سے تین اور سجدات تلاوت ثابت ہوتے ہیں جو کہ سورۃ نجم، انشقاق اور العلق میں ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں۔ سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ بِالنَّجْمِ کہ نبی کریم ﷺ نے سورۃ النجم میں سجدہ کیا اور آپؐ کے ساتھ مسلمانوں نے اور تمام مشرکوں اور جنّات و انسانوں نے بھی سجدہ کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب فاسجدوا للہ واعبدوا)

اور حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔کہ ہم نے رسول ﷺ کے ساتھ سورۃ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ اور اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ میں سجدہ کیا۔

(سنن أبي داود، کتاب الصلاۃ، باب السجود في اذا السماء انشقت)

سجداتِ تلاوت کے مواقع کے اختلاف کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ مختلف روایتیں ہیں ۔ بعض روایتوں کے مطابق تو بعض ائمہ نے تجویز کیا ہے کہ یہاں سجدہ کر لینا چاہئے۔ مثلاً ایک سجدہ کے مقام پر لکھا ہوا ہے عند الشافعی یعنی حضرت امام شافعیؒ کا خیال تھا یہاں سجدہ کرنا چاہئے۔ بعض جگہ کچھ بھی نہیں لکھا ہوا تو لوگ روایتوں سے ڈھونڈتے رہتے ہیں کہ کس نے پہلی دفعہ یہاں سجدہ کیا۔ مگر آنحضرت ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ سجدے کی آیت پڑھی گئی۔ آپؐ نے سجدہ نہیں کیا۔

(لجنہ سے ملاقات۔ الفضل 8 مئی 2000ء ص 4۔ ریکارڈنگ 9 جنوری 2000ء)

فرمایا۔ قرآن مجید میں جو سجدہ آتا ہے اُس کا بعض دفعہ مضمون خود بتا دیتا ہے کہ یہاں سجدہ کرنے کی طرف طبیعت مائل ہورہی ہے اور سجدے کچھ رسول ﷺ نے خود مقرر فرمائے تھے کہ یہاں سجدہ کرنا چاہئے۔ کچھ بعد کے علماء نے سجدے تجویز کئے۔

(اطفال سے ملاقات۔ الفضل 16 مارچ 2000ء ص4۔ ریکارڈنگ 26 جنوری 2000ء)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سجدہ تلاوت

باقی صفحہ 9 پر

ڈاکٹر میر شمس الدین۔ یوکے

انسانی اعضاء جانوروں میں پیدا کرنے کی کوشش

انسان کے مختلف اعضاء جیسے گردہ، جگر، لبلبہ یا دل وغیرہ بیماری کیوجہ سے ناکارہ ہو چکے ہوں تو ایک صحت مند انسان کے عطا کردہ ایسے عضو بیمار میں منتقل کر کے اس کو ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔ سائنسی یا طبّی زبان میں منتقل کئے جانے والے عضو کو Trans-port اور اعضاء کی منتقلی کے عمل کو Transplantation کے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ دنیا میں لاکھوں بیمار ایسے ہیں جو اس طرح کے علاج سے صحت یاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن ایسے اعضاء کی جو مریض کا جسم رد نہ کرے اور ان کی ہر وقت عدم دستیابی بیماروں اور ڈاکٹروں کے لئے ایک سنگین مسئلہ ہے۔ سائنسدان سالہا سال سے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ اس مشکل کا آسان ترین حل یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ جانوروں کے اعضاء کو استعمال کیا جائے۔ لیکن انسانی جسم جانوروں کے اعضاء کو رد کر دیتا ہے کیونکہ انسان کا مدافعاتی نظام ان کو غیر مواد سمجھ کر ان کے خلاف شدت کے ساتھ متحرک ہو کر ان کو ناکارہ بنا دیتا ہے۔

حال ہی میں امریکہ کی یونیورسٹی آف نوادا کے اسماعیل زنجانی اور ان کے ساتھی سائنسدانوں نے جانوروں کے اعضاء کو Transplantation کے لائق بنانے پر ان کی تحقیق میں غیر معمولی پیش رفت کا انکشاف کیا ہے۔ ان کی تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ جانوروں کو ہی انسانی اعضاء پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا جائے۔

نوادا یونیورسٹی کے سائنسدان جن تحقیقی اصولوں کو بروئے کار لا رہے ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں۔ انسان یا جانوروں کے اعضاء یا ریشے (Tisues) دراصل ایک ابتدائی خلیہ (Stem cell) سے معرضِ وجود میں آتے ہیں۔ رحم مادر میں یہ ابتدائی خلیے ہی جنین (Foetus) کے اعضاء کی پیدائش اور تشکیل کا منبع ہوتے ہیں۔ کسی بھی عضو کی یکساں خلیے ایک ہی ابتدائی خلیہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ پیدائش کے وقت جسم کے تمام اعضاء کی ساخت مکمل ہو چکی ہوتی ہے اور بعد میں صرف ان کی جسامت اور کام کرنے کی اہلیت میں ترقی ہوتی ہے۔ لیکن اس تعلق سے خون کی نوعیت کچھ مختلف ہے کیونکہ خون جن خلیوں پر مشتمل ہوتا ہے انکی عمر محدود ہوتی ہے۔ لہٰذا ہر آن خون کے نئے خلیے تیار ہوتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان خلیوں کی پیدائش کے لئے ایسے ابتدائی خلیوں کا دائمی طور پر موجود ہونا لازمی ہے جن میں خون کے خلیوں کا Blue print موجود ہو۔ خون کے یہ ابتدائی خلیے ہڈیوں کے مغز میں ہوتے ہیں جہاں سے خون کے مختلف خلیے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسان یا جانور کے جسم کا آغاز رحم مادر میں ایک ہی خلیہ سے ہوتا ہے لہٰذا ممکن ہے کہ ہڈی کے مغز میں پائے جانے والے ابتدائی خلیہ میں بھی ایسی خاصیت ہو کہ اس سے نہ صرف خون کے خلیے بلکہ جسم کے دوسرے اعضاء کے خلیے بھی پیدا کئے جا سکیں۔ سائنسی تجارب نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ عملی طور پر ممکن ہے بشرطیکہ ابتدائی خلیوں کو ضروری ماحول میسر ہو۔ ماحول کی یہ ضروریات مادر رحم میں موجود جنین (foetus) سب سے عمدہ رنگ میں پورا کر سکتا ہے کیونکہ جنین خود اسی عمل میں سے گزر رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر انسانی ابتدائی خلیے جانور کے جنین میں ٹیکے کے ذریعہ داخل کئے جائیں تو یہ جنین کے جن اعضاء میں بھی پہنچ جائیں گے انہیں اپنا گھر بنا کر ان میں اپنی تعداد بڑھانے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اگر جنین کی عمر کے اوائل میں بیرونی ابتدائی خلیے انجیکٹ کئے جاتے ہیں تو ان کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے اعضاء کی تشکیل و تکمیل میں خلل پڑنے کی وجہ سے جنین کی ترقی اثر انداز ہو کر حمل کا برقرار رہنا بھی مشکل ہو سکتا ہے۔ اگر بیرونی ابتدائی خلیے زیادہ دیر سے انجیکٹ کئے جائیں تو جنین کا اپنا مدافعتی نظام اتنا مضبوط ہو چکا ہوتا ہے کہ بیرونی خلیات کو پہچان کر ان کو ختم کر سکتا ہے۔ جنین محدود ابتدائی دور میں اپنے اور غیر خلیات میں فرق کرنے کا اہل نہیں ہوتا۔ لہٰذا جانور کے جنین میں انسانی ابتدائی خلیے کامیابی کے ساتھ اس وقت داخل کئے جا سکتے ہیں جب جنین کے اعضاء کی تشکیل مکمل ہو چکی ہو لیکن اس سے قبل کہ جنین ان خلیوں کو رد کرنے میں کامیاب ہو۔ تجارب سے معلوم ہوا ہے کہ یہ موزوں وقت حمل کی آدھی میعاد گزرنے پر شروع ہوتا ہے۔

یونیورسٹی آف نوادا کے سائنسدانوں نے انسانی ہڈی کے مغز سے حاصل کردہ ابتدائی خلیے بھیڑ کے رحم میں بڑھ رہے جنین میں انجیکٹ کر کے دیکھا کہ اس طرح پیدا شدہ بھیڑ کے بچے کے جگر میں سات سے پندرہ فی صد خلیات پر مبنی تھے اور بعض ایسی بھیڑوں میں انسانی جگری خلیات یکجا ہو کر ایک باقاعدہ کام کرنے والا انسانی جگر کا گوشہ تیار کر لیتے ہیں۔ جگر کا ایسا حصہ انسان میں Transplant کیا جائے تو ممکن ہے کہ بالکل انسانی جگر کی طرح کام کرے۔ نوادا کے یہ سائنسدان دل سے تعلق رکھنے والے ایسے ہی کامیاب تجارب کو عنقریب منظر عام پر لانے والے ہیں۔ ان تجارب سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی خلیے ایسی بھیڑوں میں بیک وقت مختلف اعضاء جیسے جگر، دل و دماغ وغیرہ میں پنپ اور پروان چڑھ رہے ہوتے ہیں۔

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ مستقبل میں مختلف اعضاء بنانے کی صلاحیت رکھنے والے ابتدائی خلیوں کی پہچان ممکن ہو سکے گی اور انہیں حسب ضرورت مخصوص اعضاء تیار کرنے کے کام لایا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ذیابیطس کا مریض اپنے ابتدائی خلیات سے ہی اپنے لبلبے کے وہ خلیے تیار کرا سکتا ہے جو اس کے اپنے لبلبے کی جگہ پر انسولین (Insulin) مہیّا کر سکے۔ اسی طرح ہارٹ اٹیک میں ناکارہ ہونے والے خلیوں کو بدلنے کا علاج ممکن ہو سکے گا۔

اگرچہ یونیورسٹی آف نوادا کے سائنسدانوں کی اس تکنیک کو عام استعمال میں لانے کیلئے کئی سال بلکہ کئی دہائیاں درکار ہونگی لیکن ان کے کام کو بہت سراہا گیا ہے۔ یاد رہے کہ سائنسدانوں کے بعض طبقے ایسی تکنیکوں کی سخت مخالفت کرتے ہیں جن میں جانوروں کے اعضاء کا کسی طرح سے بھی انسانوں میں استعمال کیا جائے۔ ان کا خدشہ ہے کہ جانوروں کی بیماریاں انسانوں میں منتقل ہو سکتی ہیں۔ انہیں بالخصوص فکر ہے کہ جانوروں کے DNA (خلیات میں موجود تخلیقی سانچے) میں پنہاں Retroviruses انسانی جسم میں تبدیل ہو کر بیماریوں کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ اسی طرح سے بعض لوگ اس وجہ سے بھی مخالفت کر رہے ہیں کہ وہ اصولی طور پر انسانوں کیلئے جانوروں کے اعضاء کے Transplant کو پسند نہیں کرتے۔ ان میں ایسے مذہبی فرقے سرفہرست ہیں جو Blood transfusion کو بھی ناپسند کرتے ہیں۔ بعض لوگ ایسی تکنیک کو جانوروں کی تخلیق میں خلل ڈالنے کے مترادف سمجھ کر انہیں رد کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جیسے یہ بحثیں جاری رہیں گی ویسے سائنسی تحقیق بھی جاری رہے گی اور عین ممکن ہے کہ مستقبل میں ٹرانسپلانٹیشن کی یہ نئی تکنیک کسی نہ کسی سطح پر عام استعمال میں آنے لگے۔

مولانا نصیر احمد قمر۔ لندن

کچھ ناموں کے بارہ میں

آنحضرتؐ نے مشرکانہ ناموں کو بدل کر خوبصورت اور بامعنی ناموں کو رواج بخشا، ایسے نام رکھے جو شرف انسانیت کے مطابق تھے

سال 1979ء میں انڈونیشیا سے جو طالب علم دینی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے جامعہ احمدیہ ربوہ میں آئے ایک ملاقات میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے ان میں سے بعض کے نام تبدیل فرمائے مثلاً ایک طالبعلم کا نام مشتری رؤف تھا۔ اس کا نام عبدالستار رکھا۔ واول سکندر کو عبدالوہاب اور مرزوق باروس کو عطاءالرزاق کا نام دیا۔احمد سپرجا حسن کا نام سبط احمد اور اس کا متوقع نام عطاء الرب رکھا۔اسی طرح حضور رحمہ اللہ نے بعض کے ناموں کے ساتھ کچھ اضافہ کیا۔ایک کا نام ہدایت تھا حضور نے اس کا نام خالد ہدایت رکھا اور ظفر اللہ کے نام کے ساتھ ناصر کا تخلص بڑھا دیا اور وہ ظفراللہ ناصر بنا ۔

جہاں تک نام رکھنے کا تعلق ہے تو جو شخص بھی اس دنیا میں آتا ہے اسے کوئی نہ کوئی نام دیا جاتا ہے جس سے وہ لوگوں میں معروف ہوتا ہے۔ بعض لوگ بڑے عجیب و غریب نام رکھتے ہیں۔ اسلام سے قبل عربوں کے نام بہت ہی عجیب ہوتے تھے۔ چند نام ملاحظہ ہوں۔ثَعْلَبٌ(لومڑ)ذِئْبٌ(بھیڑیا)حَیَّۃٌ(سانپ)سِنَانٌ(نیزہ) رَبٌّ (دشمن، جنگجو) مُرَّۃٌ(کنجوس،بخیل، تلخ)تَأَبَّطَ شَرًّا(شر کو بغل میں رکھنے والا) غَاوِی(سرکش، ظالم)، عبدُالحَجر(پتھر کا بندہ)۔ عبدُ الکَعْبَۃِ(کعبہ کا بندہ) عبدُ العُزّٰی(عزّیٰ بت کا بندہ)۔

الغرض ان کے نام اسی قسم کے ہوتے تھے جو یا تو مشرکانہ تھے یا وہ انسانیت کی توہین کے مترادف تھے ۔جیسے ثَعْلَبٌ(لومڑ) ذِئْبٌ(بھیڑیا)کِلَابٌ(کتے)وغیرہ جیسے نام۔یا بعض ایسے نام تھے جو انسان کوتہذیب و اخلاق سے عاری ظاہر کرنے والے تھے۔۔ لیکن قربان جاؤں موحّد ،کامل، محسن انسانیت اور معلم اخلاق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جنہوں نے اس لحاظ سے بھی ایک عظیم الشان تغیر اور انقلاب پیدا فرمایا۔ آپؐ نے مشرکانہ ناموں کو بدل ڈالا اور خوبصورت ، حسین اور بامعنی ناموں کو رواج بخشا اور ایسے نام رکھے جو انسانیت کے شرف کے عین مطابق تھے۔

اس ضمن میں خاکسار ذیل میں چند روایات درج کرتا ہے ۔ان روایات سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے کئی پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ناموں کی نسبت سے آپ کو علم ہوگا کہ حضورصلی اللہ علیہ وسلم(فدہ نفسی وابی وامی) کا ذوق کس قدر اعلیٰ اور کتنا لطیف تھا اور حقیقی توحید کے قیام کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح مستعد تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہلو سے بھی شرک کی راہ مسدود کرنے میں اور اس کے خاتمے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہ خیال رکھتے کہ کوئی نام اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی ذات و صفات کے منافی نہ ہو۔اس سے کسی قسم کے شرک کی بو نہ آتی ہو۔اور ناموں میں ایک عزت ،ایک وقار، ایک شرف ،ایک عظمت کا اظہار ہو۔ وہ نام انسانیت کے مقام کے عین مطابق ہوں۔ظاہری لحاظ سے بھی ناموں میں ایک حسن اور خوبصورتی ہو۔ ایک جذب اور کشش ہو۔ لیکن بے معنی اور فضول نہ ہوں۔ ان میں معنویت پائی جاتی ہو۔ ظاہری حسن کے ساتھ ساتھ معنوی اعتبار سے بھی وہ حسن و خوبی سے آراستہ ہو کیونکہ نام بھی انسانی طبائع اور اخلاق کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یا یوں کہیے کہ بعض اوقات نام بھی کسی کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے اور اس سے پتہ چل سکتا ہے کہ یہ شخص کس قسم کی طبیعت یا اخلاق کا مالک ہے۔اس مختصر سی تمہید کے بعد اب میں ذیل میں چند روایات درج کرتا ہوں ۔

حضرت ہانی بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ ایک وفد کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ لوگ انہیں ’’اَبُوالحَکَم‘‘ کی کنیت سے پکارتے ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور فرمایا کہ حَکَم توصرف اللہ تعالیٰ ہے اورہر فیصلہ اسی کے ہاتھ میں ہے۔پھر تم نے اپنی کنیت ابوالحکم کیوں رکھی ہے؟حضرت ہانی کہتے ہیں میں نے عرض کی۔نہیں حضور! یہ کنیت خود میں نے نہیں رکھی بلکہ بات یہ ہے کہ جب میری قوم کے لوگ کسی معاملہ میں اختلاف کرتے تو میرے پا س آجایا کرتے تھے ۔میں ان کے درمیان فیصلہ کردیتاتھا۔جس سے دونوں فریق راضی ہوجاتے تھے۔اس وجہ سے انہوں نے مجھے اس کنیت سے پکارنا شروع کردیا۔اس پر حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔کیا خوب ہے۔پھر فرمایا۔تمہارے بچے کون کون سے ہیں۔حضرت ہانی رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ شُرَیح ،عبداللہ اورمسلم ان کے بیٹے ہیں۔اس پر حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ان میں سب سے بڑا کون ہے؟حضرت ہانی رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ شریح سب سے بڑاہے۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم ابوشُرَیح ہو۔

اسی طرح حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ لوگ ایک شخص کو عبدالحجر کے نام سے پکارتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور اسے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی ’’عبدالحجر‘‘۔فرمایا۔ ’’نہیں ۔تم عبداللہ ہو۔‘‘

محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت ابی سلمہ کے پاس آئے ۔ ان کی ایک بہن ان کے پاس رہا کرتی تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت ابی سلمہ نے ان سے ان کا نام دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس کا نام برّہ ہے۔(برّہ کے معنی ہیں نیک، پاک باز) حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت ابی سلمہ نے فرمایا اس کا نام بدل دو ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا پہلے ان کا نام بَرَّہ تھا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر زینب رکھا اور جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ہوئی اس وقت میر انام بَرَّہ تھا۔حضورؐ نے میری والدہ کو مجھے بَرَّہ کہہ کر پکارتے ہوئے سنا توفرمایا۔اپنے آپ کو پاک مت قراردو۔اللہ تعالیٰ جانتاہے کہ کون تم میں سے برّہ(نیک،پاکباز) ہے اورکون فاجرہ۔تم اس کا نام زینب رکھو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جویریہ کا نام پہلے برّہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام جویریہ رکھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میمونہ کا نام پہلے برّہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام میمونہؓ رکھا۔حضرت ابن عمررضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصیہ کا نام تبدیل کیا اور فرمایا ۔ ’’تم جمیلہ ہو۔‘‘ (عاصیہ کے معنے ہیں نافرمان)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام حرب رکھا ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچے کی ولادت کی خبر ہوئی۔آپؐ تشریف لائے اورفرمایا۔’’أَرُوْنِي اِبْنِيْ‘‘مجھے میرابیٹادکھاؤ۔ تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے ؟ہم نے کہا حرب ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’وہ حَسَن ہے۔‘‘۔۔۔۔پھرجب حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے میں نے ان کا نام حرب رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ ۔تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ ہم نے کہا حرب ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ’’وہ حُسَین ہے۔‘‘ جب تیسرا بیٹا پیدا ہوُا میں نے اس کا نام حرب رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا مجھے میرابیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ ہم نے کہا حرب ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ’’یہ مُحسن ہے۔‘‘

(حرب کے معنی شدید جنگجو، دشمن کے ہیں)۔

عبداللہ بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ رائطہ بنت مسلمؓ نے بتلایا کہ ان کے والد (یعنی عبداللہ بن حارث کے نانا)کہتے تھے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی جنگ میں شامل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ ’’تمہارا نام کیا ہے ؟‘‘میں نے کہا ’’غراب‘‘۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ’’نہیں بلکہ تمہارا نام مسلم ہے ۔‘‘(غراب کے معنے کوے کے ہیں)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا اسے شہاب کہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا ۔ ’’تم ہشام ہو۔‘‘(شہاب کے معنے ہیں بھڑکتی ہوئی، روشن آگ کا شعلہ اورہشام کے معنی سخی کے ہیں)۔

زید بن حباب کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو عبدالرحمٰن بن سعید المخزومی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت سعید المخزومی رضی اللہ عنہ کا نام پہلے ’’اَلصَّرَم‘‘ تھا ۔حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام سعید رکھا ۔(صرم کے معنی مقطوع کے ہیں جو ہر قسم کی خیر سے کاٹا گیا ہو، محروم کردیا گیا ہو اور سعید کے معنی خوش بخت، سعادتمند کے ہیں)۔

عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کے والد نے انہیں بتایا کہ ان کا نام پہلے ’’عاص‘‘تھا۔حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام مطیع رکھا۔(عاص کے معنے نافرمان کے ہیں اورمطیع کے معنے فرماں بردار)۔

ایک اورصحابی حضرت بشیرؓ بن نہیک تھے ۔پہلے ان کانام زحم تھا۔حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بشیر رکھا۔(زحم کے معنی ہیں تنگ کرنے والا اوربشیر کے معنے ہیں بشارت دینے والا)۔

مغنی اللبیب میں ایک نہایت دلچسپ روایت بیان ہے کہ بنوثعلبہ کا ایک شخص تھا جس کا نام غاوی بن ظالم تھا۔اس کا ایک بت تھا۔یہ روزانہ اپنے بت کے لئے روٹی اورمکھن وغیرہ لاتا اوراس کے سرپر رکھ دیتا تاکہ وہ بت یہ کھانا کھالے۔ایک دفعہ اس نے دیکھا وہاں ایک لومڑ آیا۔ اس نے وہ روٹی اور مکھن وغیرہ کھانے کے بعد اپنی ٹانگ اٹھائی اور اس بت کے سر پر پیشاب کر دیا ۔اس پر غاوی نے یہ کہتے ہوئے بت توڑ دیا۔

أَرَبٌّ يَبُوْلُ الثُّعْلَبَانُ بِرَأْسِهٖ
لَقَدْ هَانَ مَنْ بَالَتْ عَلَيْهِ الثَّعَالِبُ

ترجمہ:’’کیا وہ رب ہوسکتا ہے جس کے سر پر لومڑ پیشاب کر رہا ہو یقیناً جس پر لومڑ پیشاب کریں وہ بہت ہی ذلیل اور رسوا ہوا۔‘‘

اس کے بعد وہ اللہ رب العالمین پر ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوُا۔حضورؐ نے اس سے اس کا نام دریافت فرمایا ۔اس نے بتلایا کہ اس کا نام غاوی بن ظالم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا نام راشد بن عبداللہ ہے۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے دادا ’’حَزَن‘‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کا نام دریافت فرمایا۔انہوں نے کہا میرانام ’’حَزَن‘‘ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا بلکہ تمہارا نام سہل ہے۔ اس پر انہوں نے کہا میرے والد صاحب نے میرا جو نام رکھا ہے میں اسے ہر گزتبدیل نہیں کروں گا۔حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ’’فَمَا زَالَتْ فِيْنَا الْحُزُوْنَةُ‘‘ بس جب سے ہم میں حزونت جاری ہے۔(حَزَن کے معنے ہیں غمگین ، سخت و درشت اور سہل کے معنی مسرور اور نرم خو کے ہیں۔)

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی کے پیاروں کی بات ماننے میں ہی خیر اور برکت ہے ۔قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے۔

ترجمہ:تیرے رب کی قسم ہے کہ جب تک وہ (ہر) اس بات میں جس کے متعلق ان میں جھگڑا ہو جائے تجھے حکم نہ بنائیں(اور) پھر جو فیصلہ تو کرے اس سےاپنے نفوس میں کسی قسم کی تنگی نہ پائیں اور پورے طور پر فرمانبردار(نہ) ہوجائیں ہر گز ایمان دار نہ ہوں گے ۔ (النساء:66)

یہ کوئی معمولی بات نہیں اور اس کے جواب میں یہ کہہ دینا درست نہیں ہوگا کہ نام ہی رکھنا تھا ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نام رکھا تھا اس کے بجائے اور رکھ لیاکیونکہ اپنے مطاع امام سے نام رکھوانےسے پہلے آپ کو اختیار تھا آپ خود نام رکھ سکتے تھے۔یاکسی اور سے رکھوا سکتے تھے۔ لیکن جب آپ خود ہی اپنی مرضی سے اپنے امام کی خدمتِ اقدس میں برکت اور دعا کے حصول کی نیت سے سے بچے کا نام رکھنے کے لیے درخواست کرتے ہیں اور اس بات کا فیصلہ حضور پر چھوڑتے ہیں اور از راہ شفقت حضور بچے کا نام رکھ دیتے ہیں تواب اس کے خلاف عمل کرنا نامناسب اور ادب کے اعلیٰ مقام کے منافی ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے یہ اونٹ کون ہانکے گا؟مجلس میں سے ایک شخص نے کہا ۔ ’’میں‘‘۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ’’تمہارا نام کیا ہے؟‘‘ اس نے اپنا نام بتایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بیٹھ جاؤ ۔‘‘او رپھر دوسرا کھڑا ہوا ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی اس کا نام دریافت فرمایا ۔اس نے بھی اپنا نام بتایا ۔ آپ ؐنے فرمایا۔ ’’بیٹھ جاؤ۔‘‘اور پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا۔ ’’تمہارا نام کیا ہے۔؟‘‘ اس نے کہا جی میرا نام ناجیہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ’’اَنْتَ لَهَا فَسُقْهَا‘‘تم ان کے لیے مناسب ہو تم ان اونٹوں کو چلاؤ۔ (ناجیہ کے معنے تیز چلنے والی اونٹنی کے ہیں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔’’تم انبیاء کے نام رکھو۔ اللہ تعالیٰ کو عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام بہت پسند ہیں۔ ناموں میں سے سب سے زیادہ سچے نام حارث اور ہمام ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ قبیح حرب اورمرّہ ہیں۔

حضرت یوسف رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف رکھا تھاا اور مجھے اپنی گود میں بٹھایا اورمیرے سرپر ہاتھ پھیرا تھا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے ہاں لڑکا ہوُا تو میں اسے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوُا ۔حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ابراہیم رکھا اوراسے کھجورکی گھٹی دی اوراس کے لئے برکت کی دعافرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے نام پر نام تورکھو لیکن میری کنیت دوسروں کو نہ دو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہمارے ایک انصاری بھائی کے ہاں بچہ پیدا ہوُا۔ اس نے اس کا نام محمد رکھنا چاہا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ انصاری خود بچے کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے اور عرض کی کہ میں اس کا نام محمد رکھنا چاہتا ہوں ۔آپؐ نے فرمایا۔ ’’میرے نام پر نام تو رکھو مگرمیری کنیت کسی کو نہ دو۔‘‘(حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم تھی۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔’’اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ فحش نام اس شخص کا ہے جس نے اپنا نام ’’ملک الاملاک‘‘(شہنشاہ)رکھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر میں زندہ رہا تو انشاءاللہ اپنی امت کو اس بات سے روکوں گا کہ وہ اپنے میں سے کسی کا نام برکت،نافع اور افلح رکھیں۔‘‘ حضرت جابررضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یاد نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نافع بھی فرمایا تھا یا نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی کہے گا یہاں برکت تھی ؟ تو دوسرا کہے گا نہیں یہاں نہیں تھی ۔یا وہ کہے گا یہاں برکت ہے ؟دوسرا کہے گا نہیں یہاں برکت نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور یعلیٰ، برکت، نافع، یسار اور افلح و غیرہ نام رکھنے سے منع کرنا چاہتے تھے مگر خاموش رہے اور اس بارے میں کچھ نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

(نوٹ :مغنی اللبیب کے حوالے کے علاوہ اس مضمون میں شامل دیگر روایات حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب ’’الادب المفرد‘‘سے لی گئی ہیں۔)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفاء بھی نومولودگان کے بہت خوبصورت اور بامعنی نام عطا فرماتے چلے آرہے ہیں جو نہ صرف اسلامی نقطہ نگاہ سے بلکہ جدید دور کو مدّنظر رکھتے ہوئے بھی بہت اعلیٰ اور نفیس ہوتے ہیں۔

ناموں سے متعلق اور بھی کئی روایات اور واقعات ہیں جن کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ مضمون کی طوالت کے باعث اسی پر اکتفا کرتا ہوں ۔احباب جماعت کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کے نام رکھتے وقت اسلامی تعلیم کی روح کو ہمیشہ مدنظررکھیں اورنبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اورپاکیزہ ارشادات کا مطالعہ کرکے اس کے مطابق زندگیوں میں ایک پاک تغیر پیداکرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ از صفحہ7۔مقامات سجدہ

بقیہ از صفحہ7

میں رات کو یہ دُعا پڑھی سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ میرے چہرے نے اُس ذات کو سجدہ کیا ہے جس نے اُسے بنایا اور اپنی طاقت و قوت سے اُس کے کان اور اُس کی آنکھیں بنائیں۔ (الترمذی،الجمعۃ،ما یقول فی سجود القران)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سجدۂ تلاوت میں یہ دُعا کی اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ اے اللہ ! تُو اس کے بدلے میرے لئے اپنے پاس اَجر و ثواب لکھ لے اور اس کے عوض مجھ پر سے(گناہوں کا) بوجھ اُتار دےاوراسے اپنے پاس(میرے لئے آخرت کا) ذخیرہ بنا دےاور اُسے میرے لئے ایسے ہی قبول کرلے جس طرح تُو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کے لئے قبول کیا تھا۔

(سنن الترمذی،کتاب الدعوات عن رسول اللہ ،باب ما یقول فی سجود القرآن)

سجدۂ تلاوت کرتے ہوئے یہ دُعائیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں اَللّٰهُمَّ سَجَدَ لَكَ سَوَادِيْ وَ اٰمَنَ بِكَ فُؤَادِيْ یا سَجَدَ لَكَ رُوْحِيْ وَ جَنَانِيْ اے اللہ! تیرے لئے میرادل سجدہ کر تا ہے اور میرادل تجھ پر ایمان لاتا ہے ، میر ی روح اور میرا دل تیرے لئے سجدہ ریز ہے۔

(فقہ احمدیہ ،حصہ عبادات ص 216، 217)

سجدۂ تلاوت کرنے کا طریق یہ ہے کہ جو نہی آیت سجدہ کی تلاوت ختم ہواَللّٰہُ اَکْبَر کہتے ہوئے سجدہ میں گر جائیں۔تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہے چاہے تو کوئی اور دُعا کرے جیسا کہ بعض ادعیہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے ہوئے سجدہ سے اُٹھے ۔ نماز میں اگر آیت سجدہ کی تلاوت کی جائے تو آیت پڑھتے ہی سجدہ کیا جائے لیکن یہ بھی جائز ہے کہ آیت ختم کرتے ہی رکوع میں چلا جائے اس صورت میں یہ رکوع اس سجدۂ تلاوت کا بدل بن جائے گا۔(فقہ احمدیہ ،حصہ عبادات ، ص 216،217)

مبارکباد

دنیا بھرسے قارئین الفضل کی طرف سے ممبران ادارہ اور تمام احمدیوں کے نام عیدمبارک اور یومِ خلافت پر مبارکباد کے پیغامات کثرت سے موصول ہو رہے ہیں۔ مبارکباد کے ان پیغامات کی فرداًفرداً اشاعت مشکل ہے۔ ان تمام کی طرف سے تمام قارئین کرام کی خدمت میں السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ، عیدمبارک اور یوم خلافت پر مبارکباد پیش ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلافت کے بابرکت سائے تلے محبتوں کا وارث بنائے اور خلافت کے استحکام کیلئے ہم سب کو بھرپور کوشش اور سعی کرنے کی توفیق دے۔آمین

(ادارہ)

درثمین خان

میرے والد مکرم لطف المنان خان کی کچھ سنہری یادیں

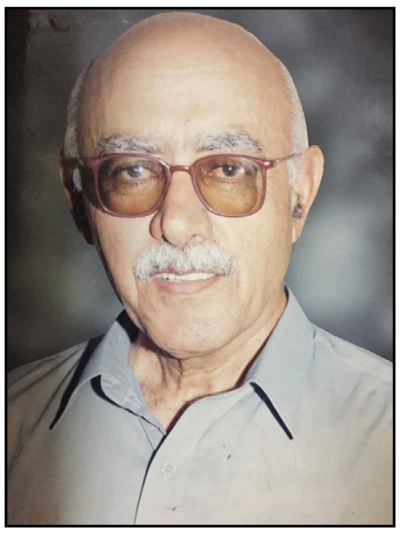

پیارے پاپا جی مکرم لطف المنان خان ہمارے لئے بہت بیش قیمت تھے جوکہ 6 جنوری 2020ء کو عصر کے وقت ہمیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے ۔ اناللّٰہ و انا الیہ راجعون اُن کی وفات ہم سب کے لئے بہت بڑا صدمہ تھا لیکن ہمارے لبوں پہ بس یہی الفاظ تھے

راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تیری رضا ہو

اُن کی دعائیں، ان کی باتیں اور ان کی یادیں ہم سب کے ساتھ ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ میرے پاپا جی کی زندگی میرے لئے ایک مثالی زندگی تھی جس پر کوئی بھی اولاد فخر کرسکتی ہے۔ اُن کی زندگی کے ہر پہلو کو میں نے اپنی پیدائش سے لے کر اُن کی وفات تک جیسے دیکھا اور اُن کی وفات کے بعد اُن کے ملنے والوں سے اُن کی خوبیوں کا جو تذکرہ سُنا اُس میں سے چند باتیں اور یادیں تحریر میں لا رہی ہوں ۔ آپ خدا کے فضل سے پیدائشی احمدی تھے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 74 سال تھی اور آپ حلقہ جوہر ٹاؤن لاہور پاکستان میں رہائش پذیر تھے ۔آپ کی تدفین، ھانڈو گجر قبرستان میں 7 جنوری 2020ء کو عمل میں آئی ۔ سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 19 مارچ 2020ء کو نماز ظہر سے قبل مسجد مبارک اسلام آباد ٹلفورڈ میں آپ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ 1945ء کو قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے پاکستان بننے کے بعد دو سال کی عمر میں اپنے والدین اور فیملی کے ساتھ پاکستان آگئے چونکہ آپ کے والد عبدالرحمٰن خان کا تعلق پشاور آرمی سے تھا اس لیے آپ کا بچپن پاکستان کے مختلف شہروں میں گزرا۔ مستقل سکونت آپ نے لاہور ہی میں اختیار کی۔ آپ کی تعلیم ماسٹر ان لائبریری اینڈ انفارمیشن سائنس تھی اس کے علاوہ آپ نے Computer Application میں مختلف ڈپلومہ کورسز کرنے کے ساتھ مختلف زبانوں میں بھی ڈپلومہ کورسز کئے ۔ آپ پنجاب یونیورسٹی کے 19 سکیل کے ریٹائیر ڈپٹی چیف لائبریرین تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد سے لے کر اپنی وفات سے ایک دن پہلے تک آپ پنجاب گروپ آف کالجز میں چیف لائبریرین کے عہدے پر کام کر رہے تھے۔

آپ کے والد عبدالرحمٰن خان بہت مخلص اور نیک احمدی تھے۔ جنھوں نے جماعت اور غیراز جماعت کے بچوں کو قرآن مجید پڑھانے کے ساتھ ساتھ اپنے ہاتھ سے قرآن مجید ترجمے کے ساتھ لکھا ۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تحریک جدید کا اعلان کیا تو آپ کے والد صاحب کا نام تحریک جدید کے چندہ دینے والے پہلے 300 مخلص احمدیوں میں سے تھا۔ آپ کے نانا مستری گوہر دین صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ تھے جن کو مینارہ المسیح قادیان کا دروازہ بنانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ بشریٰ عزیز کا تعلق سنوری خاندان سے ہے ۔ حضرت عبداللہ سنوری ان کے پڑنانا تھے ۔ مرحوم ڈاکٹر چوہدری ناصر احمد صاحب سابق افسر جلسہ سالانہ (یو۔کے) کے ہم زلف تھے۔ مکرم مولوی منور احمد (اللہ ان کے درجات بلند فرمائے) سابق مبلغ افریقہ آپ کے حقیقی پھوپھا جان تھے اور مکرم مبارک احمد سیکرٹری مجلس نصرت جہاں آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔

جماعت سے آپ کو بہت لگاؤ تھا ہر وقت جماعت کے لیے رضاکارانہ طور پر کام کر نے کے لیے تیار رہتے جب بھی جماعت کی طرف سے کوئی پراجیکٹ یا Assignment ملتی جب تک مکمل کر نہ لیتے چین سے نہ بیٹھتے۔ آپ کو رضاکارانہ طور پر 2007ء میں دارالذکر گڑھی شاہو مسجد کی لائبریری کو سیٹ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔

جماعتی اجلاسات میں باقاعدگی سے شرکت کرتے تھے ۔جماعتی چندہ جات باقاعدگی سے ادا کرتے تھے بلکہ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ سال کے شروع میں ہی تمام سال کا چندہ ادا کردیں اب بھی انہوں نے سال کا پورا چندہ ادا کر دیا تھا۔ وفات سے ایک دن پہلے سخت طبیعت کی خرابی کے باوجود اپنے چندہ جات کی ادائیگی کو جاری رکھنے کی تلقین کی ۔

آپ کو ذہانت و فراست میں کمال حاصل تھا۔ کتابیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ لکھنے لکھانے اور خطاطی کا بہت زیادہ شوق تھا ۔ جماعتی مقالہ جات لکھتے تھے۔ مقالہ جات لکھنے کا اہتمام بہت لگن اور شوق سے کرتے تھے ۔آپ کو مقالہ لکھنے کا خاص وصف آتا تھا جیسے ایک کتاب کو لکھنے کے لیے ٹیکنیکل عوامل کو مدنظر رکھا جاتا ہے ویسے ہی آپ بھی اپنے مقالہ جات میں ان کا خیال رکھتے تھے۔ آپ کے مقالہ جات میں شامل مواد بہت اعلیٰ اور معیاری ہوتا تھا۔ جیسے کہ پی ایچ ڈی کی سطح پر ہوتا ہے۔ جس دن جماعت کی طرف سے مقالہ لکھنے کی تحریک ہوتی اسی دن سے ہی آپ دن رات اس کام میں لگ جاتے اس سلسلے میں مواد جمع کرنے کے عمل سے لے کر اپنے ہاتھ سے لکھ کر رف ڈرافٹ تیار کرنا، کمپیوٹر پر ٹائپنگ ، پروف ریڈنگ اور فائنل ڈرافٹ تیار کرنے کے سارے عمل کو بہت لگن اور شوق سے سر انجام دیتے ۔ نہ صرف مقالہ خود لکھتے بلکہ گھر میں ہی مقالے کی جلد بھی خود ہی کرتے اس مقصد کے لیے ان کے پاس مختلف مارکر، قلم، سکیل اور دیگر اسٹیشنری اشیاء کے علاوہ ٹول کٹ بیگ بھی تھا۔ Artistic sense بہت اچھی ہونے کی وجہ سے آپ نے اپنے تمام مقالہ جات کے Title Page خود Design کیے ۔ معیاری اعلیٰ میٹریل اور خوبصورت Title Page Design ہونے کی وجہ سے آپ نے مسلسل دو مرتبہ مقالہ جات میں اول پوزیشن حاصل کی۔

2010ء میں لاہور میں احمدیہ مساجد پر حملے کے نتیجے میں زخمی ہونیوالے احمدی احباب لاہور کے جن ہسپتال میں ایڈمٹ تھے اسی دن آپ نے جا کر سب کی فرداً فرداً عیادت کی ۔2010ء سے ہی رضاکارانہ طور پر جماعت سے متعلق خبروں واقعات پر مشتمل Print & Electronic Media Newspaper Clipping کا کام شروع کیا جو آخری دم تک جاری تھا ۔حضور انور نے آپ کے بنائے ہوئے Newspaper Clipping Print & Electronic Media کو بہت پسند فرمایا اور ازراہِ شفقت انعام سے چھ مرتبہ نوازا ۔

آپ کی ساری زندگی جدوجہد، کوشش، امید ایمان، خلوص، وفاداری اور محبت کی علامت تھی۔ آپ نے اپنے آس پاس کے لوگوں کی ان کی معاشرتی و دینی حیثیت سے قطع نظر غیر مشروط رہنمائی کی۔ آپ نے اپنے پانچوں بیٹیوں کی پرورش انتہائی سمجھداری سے کی۔ انہیں دینی اور دنیاوی تعلیم سے آراستہ کیا۔ اللہ سے ساری زندگی آپ نے کبھی شکوہ نہیں کیا کہ صرف پانچ بیٹیاں کیوں دیں بیٹا کیوں نہیں دیا۔ باپ کی حیثیت سے ان کی خدمات بہت بے غرض، بےلوث، مخلص اور لازوال ہیں ۔آپ تربیت اولاد کے گر بہت اچھی طرح سے جانتے تھے آخری دم تک اپنی ذمہ داریوں کو ایک ذمہ دار اور فرض شناس باپ کی حیثیت سے نبھایا ۔ یہی وجہ ہے آپ کی ساری بیٹیوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی تین بیٹیاں پاکستان کے اچھے Educational Institutions میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ پانچ بیٹیوں میں سے ابھی دو کی شادی ہوئی ہے ۔دونوں شادی شدہ کے شوہروں کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے۔ بحیثیت شوہر اپنی اہلیہ کے لیے آپ نے اپنے آپ کو اپنے عہد، عمل اور الفاظ کے ذریعے ایک محبت کرنے والا، وفا شعار اور ذمہ دار شوہر ثابت کیا۔ فیاض باپ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک محبت کرنے والے نانا بھی تھے اپنے سب نواسوں اور نواسی کے ساتھ یکساں شفقت کا سلوک کرتے تھے آپ کا کوئی نواسہ یا نواسی آسانی سے فیصلہ نہیں کرسکتا کہ کس سے زیادہ محبت کرتے تھے۔

آپ نے ہمیشہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی ادا کئے ۔ اپنے سے جڑے ہر رشتے کو بہت عزت اور احترام دیا۔ آپ والدین کا فرمانبردار بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے بہن بھائیوں کے لیے بےلوث، مخلص محبت کرنے والے بھائی تھے ۔ آپ ہمیشہ اپنے غمزدہ دل سے اپنے وفات شدہ والدین بہنوں اور بھائیوں کو یاد کرتے تھے۔ اپنے سے چھوٹی دو حیات بہنوں سے بہت محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ اپنی اہلیہ سے منسلک ہر رشتے (والدین، بہن بھائی اور رشتے دار) کے ساتھ بہت بے لوث اخلاص، محبت، احترام اور عزت سے پیش آتے۔

ساری زندگی بہت محنت، لگن، سچائی، ایمانداری اور فرض شناسی سے کام کیا۔ اور اپنے بچوں کو بھی یہی تلقین کی کم کھا لو، فاقہ کر لو لیکن ہمیشہ ایمانداری، سچائی، لگن ،فرض شناسی اور محنت سے کام کرو ۔کام سے کبھی چھٹی نہیں کی کبھی آرام نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ طبیعت کی خرابی کے باوجود اپنی وفات سے ایک دن پہلے تک اپنے کام پر گئے۔ نمازوں کے پابند اور قرآن پاک کی تلاوت میں باقاعدہ تھے ۔ طبیعت نہایت سادہ تھی اور مزاج میں نرمی، عاجزی اور دھیماپن ان کا خاص وصف تھا ۔ نہایت درجہ خلیق اور ملنسار تھے۔ غیر از جماعت احباب جو تعزیت کے لئے آئے ان کی اس خوبی کا باربار ذکر کرتے رہے۔

آپ کے ماتحت کام کرنے والے عملے نے آپ کی اتنی خوبیاں بیان کی ہیں کہ لکھنا شروع کروں تو صفحے بھر جائیں ،اپنے دفتر میں ہمیشہ اپنے ساتھ سب کام کرنے والوں کے ساتھ بہت بے غرض بے لوث محبت کرتے تھے۔ سب کے مسئلے پریشانیاں بہت تحمل پیار سے سنتے اور ان کو بہت پیار سے حل کرتے اپنے سب ماتحت عملے کے ساتھ رعب دار آفیسر کی بجائے دوستانہ رویہ تھا تبھی کسی کے لئے آپ شفیق باپ تھے تو کسی کے لئے پیار کرنے والے نانا اور دادا ،کسی کے بڑے بھائی تھے تو کسی کے چھوٹے بھائی اور کسی کے مخلص دوست۔

قارئین کرام ! یہ تو میرے پیارے پاپا جی کی زندگی کے چند پہلو ہیں ورنہ سنہری یادوں کے اتنے اوراق ہیں کہ اگر صفحہ قرطاس پر لکھنے بیٹھوں تو ان کا شمار ممکن نہیں اور

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ دنیا عارضی ہے اور ہر چیز کو فنا ہے۔ ہمیں بھی وہیں جانا ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ میرے پیارے پاپا جی سے مغفرت کا سلوک فرمائے ، اِن کو اپنی رحمتوں کی چادر سے ڈھانپ لے ، اِن کو اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے اور اپنے جوار رحمت کا سایہ عطافرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اِن کی ساری اولاد کو ہمیشہ اِن کی نیکیوں کو جاری رکھنے اور اِن کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے ۔ آمین ثم آمین

بُلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل! تو جاں فدا کر

حافظ عبد الحمید

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ(آلِ عمران: 186)ہر جان موت کا مزا چکھنے والی ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے زمین پر کچھ لکیریں کھینچیں اور فرمایا۔ یہ انسان کی امیدیں ہیں اور یہ انسان کی اَجل یعنی موت ہے۔انسان ابھی امیدوں میں مشغول ہوتا ہے کہ یہ لکیر یعنی موت انسان کو آلیتی ہے۔
(صحیح بخاری کتاب الرقاق)

جانے کس وقت کوچ کرنا ہو
اپنا سامان مختصر رکھئے

زندگی کیا ہے ؟ایک ننھاسا دیاجس کو ہوا کا ایک جھونکاپل میں گرا دے۔کسی نے کہا ہے کہ ’’زندگی کو زیادہ سیریس لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہاں سے بچ کر کوئی نہیں گیا ۔‘‘موت کا نام سن کر ہی اکثر لوگوں پر ایک ہیبت سی طاری ہو جاتی ہے ۔ غالب نے کہا ہے ۔

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

انسانی زندگی کے متعلق اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کو 2حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک اس دنیا کی زندگی جو دارالعمل ہے۔ دوسرے آخرت کی زندگی جو دار الجزاء ہے اور ان دونوں کے درمیان موت کا پردہ حائل ہے۔

فرمایا۔ وَاَنَّھُمۡ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ (البقرۃ:47) کہ وہ اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

’’اسلام اس دنیا کی زندگی کو ایک لمبی زندگی کی ایک کڑی قرار دیتا ہے...یہی وہ یقین ہے جس نے سچے مسلمانوں کو ہمیشہ موت سے نڈر بنائے رکھا۔‘‘ (تفسیرِ کبیر جلد اول ص399)

مزید فرماتے ہیں۔

’’ جب اس کے ساتھ کسی کو حیات بعدالموت پرایمان بھی ہو اور زندہ خدا پر توکل ہو تو پھر تو یہ دو چیزیں مل کراُس کے دل کو ایسا مضبوط بنا دیتی ہیں کہ موت کا ڈراس کے قریب بھی نہیں آتا۔‘‘ (تفسیرِ کبیر جلد2ص 498)

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

اللہ تعالیٰ نے وَالۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی (الاعلیٰ:18) فرما کر آخرت کی زندگی کو دنیاوی زندگی سے بہتر اور دیرپا قرار دیا ہے۔

حیاتِ آخرت پر ایمان موت سے نڈر بنا دیتا ہے۔جب ایک مومن حیات آخرت کو اسی زندگی کا ایک تسلسل مانتا ہے جو مستقل او ر دائمی ہو گی تو انسان اس کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے۔ اس طرح اس دنیا کو چھوڑنا یا بالفاظِ دیگر موت کو قبول کرنا مومن کو ناگوار نہیں گزرتا بلکہ اس دنیا کوچھوڑ کر دوسری دنیا یعنی آخرت میں جانے کے لئے ایک دلیری اور تیاری محسوس کرتا ہے۔

کوئی دن کے مہماں ہیں ہم سبھی
خبر کیا کہ پیغام آوے ابھی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائے گی۔
(رسالہ الوصیت ،روحانی خزائن جلد 20صفحہ306)

فرمایا۔’’یاد رکھو قبریں آوازیں دے رہی ہیں اور موت ہر وقت قریب ہوتی جاتی ہے۔ ہر ایک سانس تمہیں موت کے قریب کرتا جاتا ہے اور تم اسے فرصت کی گھڑیاں سمجھتے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے مکر کرنا مومن کا کام نہیں ہے۔ جب موت کا وقت آگیا پھر ساعت آگے پیچھے نہ ہوگی۔‘‘ (ملفوظات جلد اول صفحہ124)

قبر کے چوکھٹے خالی ہیں انہیں مت بھولو
جانے کب کون سی تصویر لگادی جائے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ہم اُسی وقت سچے بندے ٹھہر سکتے ہیں کہ جو خدا وند مُنعِم نے ہمیں دیا ہے ہم اُس کوواپس دیں یا واپس دینے کے لئے تیار ہو جائیں ۔ ہماری جان اُس کی امانت ہے اور وہ فرماتاہے تُؤَدُّ والۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھۡلِھَا۔
(مکتوبات احمدیہ جلد دوم نمبر3 حاشیہ صفحہ47-48)

اے حبّ جاہ والو! یہ رہنے کی جا نہیں
اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
اک دن تمہارا لوگ جنازہ اُٹھائیں گے
پھر دفن کرکے گھر میں تاسفّ سے آئیں گے

فرمایا۔

’’موت کیا دُور ہے ؟ جس کی پچاس برس کی عمر ہو چکی ہے اگر وہ زندگی پالے گا تودو چاربرس اور پالے گا یا زیادہ سے زیادہ دس برس اور آخر مرنا ہوگا۔موت ایک یقینی شے ہے جس سے ہر گز ہرگز کوئی بچ نہیں سکتا۔‘‘ (ملفوظات جلد اول ص 427)

عمرِ ناپائیدار بیت چلی
موت کا انتظار باقی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’ہمارے دوستوں کو کس نے بتایا ہے کہ زندگی بڑی لمبی ہے۔ موت کا کوئی وقت نہیں کہ کب سر پر ٹوٹ پڑے۔ اس لئے مناسب ہے کہ جو وقت ملے اُسے غنیمت سمجھیں۔ فرمایا یہ ایّام پھر نہ ملیں گے اور یہ کہانیاں رہ جائیں گی ۔‘‘ (ملفوظات جلد اول صفحہ 302)

اِس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
اُس یار کے لئے رہِ عشرت کو چھوڑ دو
لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو
ورنہ خیالِ حضرتِ عزت کو چھوڑ دو

خدا سے آخر وقت تک محبت و وفا

جب آپ علیہ السلا م کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ علیہ السلا م کو اس کثرت اور اس تکرار کے ساتھ اپنی وفات کے قرب کے بارے میں الہام ہوئے کہ کوئی اور ہوتا تو اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ جاتے۔ مگر چونکہ آپ علیہ السلام کو خدا کے ساتھ کامل محبت تھی اور اُخروی زندگی پر ایسا ایمان تھا کہ گویا آپ علیہ السلام اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام ان پےدرپے الہاموں کے باوجود ایسے شوق اور ایسے انہاک کے ساتھ دین کی خدمت میں لگے رہے کہ گویا کوئی بات ہوئی ہی نہیں۔بلکہ اس خیال سے اپنی کوششوں کو تیز سے تیزتر کر دیا کہ اب میں اپنے محبوب سے ملنے والا ہوں۔ اس لئے اس کے قدموں میں ڈالنے کے لئے جتنے پھول بھی چن سکوں چن لوں۔
(سیرت طیبہ ازحضرت مرزا بشیر احمدؓص12۔13)

خلافت کے بعد حضرت علیؓ نے پہلے خطبہ میں اطاعت کے بارے میں فرمایا...تم لوگ موت کے آنے سے قبل اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرو جبکہ موت تمہیں گھیرتی چلی آرہی ہے۔ اس لئے تم لوگ گناہوں سے ہلکے ہو کر موت سے ملو۔
(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ441)

ایک مفکر کا کہنا ہے۔ ’’بڑھاپا ایک خونخوار بھیڑیے کی طرح دروازے کے اندر جھانک رہا ہے ۔ بیماریوں نے دشمنوں کی طرح محبت کے قلع کا محاصرہ کرلیا ہے ۔ زندگی پانی کی طرح ٹوٹے ہوئے برتن سے قطرہ قطرہ ٹپک رہی ہے۔‘‘

روزِ ازل سے ہے یہاں موت و فنا کا سلسلہ
سنتے ہیں اس جہاں میں ہے جاری بقا کا سلسلہ

ہزاروں ہیں جو اس منزل پہ ہمت ہار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

زندگی کی سب سے بڑی سچائی موت ہے جس سے انکار ممکن ہی نہیں۔ دنیا فانی ہے اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہئے۔جتنی مرضی تدبیریں کر لیں آخر رخصت ہونا ہے ۔موت ایک ایسی چیز ہے جو عزیزسے عزیز چیز کو بھی چھین لیتی ہے ۔ زندگی جیسی قیمتی دولت دے کر موت نصیب ہوتی ہے۔ بندے کا اس جہاں میں فانی ہونا اور پھر اگلے جہاں میں غیر فانی ہوجانا یقینی طور پر اِس دنیا کی حقیقت کے حوالے سے جس کسوٹی کو سمجھنے کی ضرورت ہے وہ یہی ہے کہ یہاں عارضی قیام اور وہاں ہمیش۔ بندہ مومن کا جب اپنے رب سے ملاقات ہونے کا سبب بننے والی موت سے سامنا ہوتا ہے تو بندہ مومن کے لئے اُس کے رب کی جانب سے وہ موت تحفہ کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔

موت انسانی زندگی کے خاتمے کا نام نہیں بلکہ یہ تو انسانی زندگی کے اگلے دور کا نام ہے۔موت کے دروازے سے گزر کر انسان اگلے دور میں داخل ہو جاتا ہے۔ موت فقط نقل مکانی ہے۔ موت کا ذائقہ ہر کسی نے چکھناہے۔ذائقہ ایک کیفیت کا نام ہوتا ہے اِس کا وجود مستقل نہیں ہوتا۔جیسے اگر کوئی مشروب پیا جائے تو اُس کا ذائقہ کچھ دیر تک رہتا ہے لیکن اُس کے بعد اُس مشروب کے ذائقے والی کیفیت ختم ہوجاتی ہے ۔ یہی حال موت کا ہے کہ انسان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے ، مرنا نہیں ہے۔چونکہ ذائقہ ایک بے ثبات چیزہے ۔ ایک دن میں کئی مرتبہ ذائقہ آتا ہے اور ختم ہوجاتا ہے۔اِس لئے تو موت ذائقہ بن کر آتی ہے اور چلی جاتی ہے۔ اِس ذائقہ موت کی کیا مجال کہ وہ انسان کی حقیقت کو ختم کر سکے۔

کون کہتا ہے موت آئی تو مر جاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اُتر جاؤں گا

اس کا مطلب ہے موت، زندگی کے تسلسل کا ہی نام ہے۔ کوئی فوت ہو جائے تو کہاجاتاہے فلاں کا انتقال ہوگیا یعنی وہ اس دنیا سے اگلی دنیا میں ٹرانسفرہوگیا ۔انتقال کی ٹرم زمین کی خریدو فروخت میں بھی استعمال کی جاتی ہے ۔آپ نے یہ بھی سناہوگا فلاں بزرگ کا وصال ہوگیا ۔وصال کے معانی ہی ملنے کے ہیں۔ ہجروصال سے اولیاء کرام، شاعروں اور عاشقوں کا گہرا رشتہ ہے۔ مرزا غالب نے اس ضمن میں بڑے مزے کی بات کی ہے اورصوفی تبسم نے پنجابی میں اس کا منظوم ترجمہ کرکے حق ادا کردیاہے۔

بھاویں ہجر تے بھاویں وصال ہوئے
وکھوں وکھ دوہاں دیاں لذتاں نیں

خلیل جبران کہتا ہے کہ میں نے بار بار اس پر غور کیا۔ موت کیا ہے؟ اس کا زندگی سے کیا رشتہ ہے؟ ایک دفعہ میں نے ایک سمندری جہاز دیکھا جب وہ ساحل سے دور ہوتا ہوا نظروں سے اوجھل ہوگیا تب وہاں پر موجود لوگ کہنے لگے ’’چلاگیا‘‘ میں نے سوچا دور ایک بندر گاہ ہوگی وہاں پر لوگ جہاز کو دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے ’’آگیا‘‘ اور شاید اسی کانام موت ہے ۔ایک پرانی زندگی کا خاتمہ اور ایک نئی زندگی کی ابتداء ۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت بلالؓ کو بخار ہو گیا۔ حضرت عائشہ ؓکہتی ہیں کہ میں ان کی عیادت کو گئی تو میں نے حضرت ابو بکرؓ کو مخاطب کر کے کہا اے ابّا! آپ کا کیا حال ہے؟ اور اے بلالؓ تمہارا کیا حال ہے؟

حضرت عائشہؓ کرتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کو بخار ہوتا تھا تو وہ یہ شعر پڑھتے تھے۔

كُلُّ امۡرِءٍ مُصَبَّحٌ فِيۡ اَھۡلِهٖ
وَالۡمَوۡتُ اَدۡنٰی مِنۡ شِرَاكِ نَعۡلِهٖ

ہر شخص اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہےاور موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔اور حضرت بلالؓ کا جب بخار ٹوٹتا تھا تو وہ اپنی چادر اٹھا کر جو شعر پڑھتے تھے ان کا یہ

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں

0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

مفہوم ہے۔ہائے مجھ پر وہ دن بھی آئے گا جب کہ میں رات ایسی وادی میں گزاروں گا جہاں میرے اردگرد اِذۡخِرۡ گھاس اور جلیل اُگی ہوئی ہوگی......حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے حضرت ابو بکرؓ و حضرت بلالؓ کا یہ حال دیکھا تو میں نے آکر رسول اللہ ﷺ کو اس سے آگاہ کیا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

اے اللہ! ہمیں مدینہ مکہ سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ اور اس کی آب وہوا درست فرما دے اور ہمارے لئے اس کے صَاع اور مُد میں برکت دے دے اور اس کی بیماری کو جُحۡفَہ کے علاقہ میں منتقل فرما دے۔

(الادب المفرد للبجاری باب ما یقول للمریض۔ حدیث: 525)

حضرت بقیرہؓ زوجہ حضرت سلمانؓ فارسی روایت کرتی ہیں کہ بوقت وفات حضرت سلمانؓ اپنے چوبارے میں تھے جس کے 4دروازے تھے۔ مجھے کہنے لگے بقیرہؓ! یہ دروازے کھول دو،میں آج کچھ پیش رو فرشتوں کو آتے دیکھتا ہوں۔ نامعلوم وہ کس دروازے سے آجائیں۔پھر انہوں نے مُشک منگوایا اور کہا اسے پانی سے ملا کرایک برتن میں رکھو پھر اسے میرے بستر کے گرد چھڑک دو پھر نیچے اتر جانا اور کچھ دیر بعد آکر مجھے بستر پر دیکھ جانا۔ میں نے واپس جاکر دیکھا تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

(سیر اعلام النبلاء جلد1ص553۔554)

مولانا بشیر احمد رفیق حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خانؓ کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں ۔یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ ناشتہ بھی ہمارے ساتھ کرتے تھے ۔ایک دن صبح کے ناشتہ پر تشریف نہ لائے تو مجھے فکر ہوئی آپ کے فلیٹ میں حاضر ہوا تو آپ بستر پر لیٹے ہوئے تھے ۔میں نے آواز دی تو بڑی نحیف اور کمزور آواز میں جواب دیا آجاؤ ۔فرمانے لگے رات جب میں تہجد کے لئے اٹھا تو اچانک مجھے شدید ضعف کا دورہ پڑا اور سارا جسم پسینہ سے تر بتر ہوگیا اور سینہ میں بھی شدید درد محسوس ہوتا رہا ۔اس دوران کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ دو تین مرتبہ مجھ پر غشی طاری ہوتی رہی۔ میں نے عرض کیا آپ کے سرہانے فون رکھا ہوا ہے اور یہ لگایا بھی اسی لئے گیا تھا کہ آپ کسی فوری ضرورت کے وقت مجھے بلوا سکیں ۔آپ نے مجھے کیوں نہیں بلایا ۔فرمایا دو تین دفعہ مجھے خیال آیا کہ تمہیں فون کروں لیکن ہر بار یہ خیال تم کو بلانے سے مانع رہا کہ تم تھکے ہوئے ہوگے رات کو نیند سے اٹھانا مناسب نہ ہوگا۔ پھر فرمایا مجھے خوشی ہے کہ اس بیماری میں میری ایک خواہش پوری ہوگئی ۔میری ہمیشہ سے یہ دعا رہی ہے کہ جب میری موت کا وقت قریب آئے تو میری زبان پر جزع فزع کی بجائے حمد الٰہی اور درود کا ورد ہو ۔رات کو بھی جب مجھ پر غشی ہوتی اور میں غشی کی کیفیت سے باہر آتا تو میری زبان پر حمد اور درود ہوتا اس لئے مجھے اب یہ اطمینان ہوگیا ہے کہ جب بھی موت آئی تو انشاء اللہ میری زبان حمد اور درود سے تر ہوگی ۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے موت سے ہرگز کوئی خوف نہیں ہے اور میں کبھی اس بارہ میں سوچتا بھی نہیں کہ موت کوئی ڈرنے والی چیز ہے ۔ موت کا ذکر آیا تو یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ کو لمحہ بہ لمحہ اپنی طرف بڑھتی ہوئی موت کا نہ صرف احساس تھا بلکہ آپ اس سے ایک گونہ خوشی و مسرت محسوس کرتے تھے اور سفر آخرت کا یوں ذکر فرماتے جیسے کوئی معمول کے سفر پر روانہ ہورہا ہو۔ایک بار میں آپ کی آخری بیماری کے دوران ملاقات کے لئے لاہور حاضر ہوا تو فرمایا امام صاحب دعا کریں سفر بخیریت گزر جائے ۔میں حیران ہوا کہ آپ تو لندن سے واپس آگئے تھے کہ اب یہیں رہیں گے اور اب آپ کی صحت بھی اس امر کی اجازت نہیں دیتی کہ آپ پھر سے سفر کریں اس لئے سفر کا ارادہ کیوں کرلیا آپ نے ؟ میری بات سن کر خفیف سے مسکرائے اور فرمایامیں لندن کے سفر کا نہیں۔ ’’اس‘‘ سفر کا ذکر کررہاہوں۔میں آپ کی بات سمجھ گیا اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے ۔آپ کیوں ایسی باتیں کرتے ہیں۔ فرمایا نہیں اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اطلاع دے دی ہے کہ اب سفر جلد درپیش ہے ۔پھر اپنا ایک خواب سنایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ میں ایک چار منزلہ مکان کے نیچے بیٹھا الفضل پڑھ رہا ہوں اوپر چوتھی منزل سے میری والدہ محترمہ مجھے آواز دیتی ہیں ’’اب آجاؤ ‘‘ میں عرض کرتا ہوں کہ بس یہ الفضل تھوڑا سا رہ گیا ہے اسے ختم کرکے حاضر ہوتا ہوں ۔اسی طرح ایک دو اور خوابیں بھی سنائیں اور خواب بیان کرتے وقت چہرے پر موت کے خوف یا ڈر کا تو خیر ذکر ہی کیا اس سے با لکل الٹ نہایت درجہ شادمانی اور اطمینان کا تاثر تھا ۔

(محمد ظفراللہ خان چند یادیں ص68-70)

مولانا ظفر محمد ظفر کی آخری بیماری کے بارہ میں آپ کے صاحبزادہ ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں ۔الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں ڈاکٹروں کی ٹیم نے آپ کا مکمل طبّی معائنہ کیا اور اس دوران وہ باہم انگلش میں ہی گفتگو کرتے رہے تا ایک بوڑھے مریض کو اس کی علالت کی شدّت کی خبر نہ ہوکہ وہ چراغ سحری ہے۔ اس پر والد صاحب بے ساختہ مسکرائے جس پر ایک ڈاکٹر صاحب بولے بزرگو بیماری کی اتنی شدت میں آپ ہنس رہے ہیں۔ ماشاء اللہ آپ تو بہت باہمت ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں اس پر ہنس رہا ہوں کہ آپ سمجھ رہے ہیں کہ میں ناخواندہ ہوں۔ اس لئے آپ مجھے پریشانی سے بچانے کی خاطر انگلش میں میری صحت کی بحالی کو ناممکن قرار دے رہے ہیں۔اس بارہ میں عرض ہے کہ میں انگلش جانتا ہوں اور دوسری بڑی اور بنیادی بات یہ ہے کہ میں موت سے قطعًا نہیں گھبراتا۔آپ بے شک کھل کر اور جس زبان میں چاہیں بات کریں مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔میرے اعصاب اور میری صحت ایسی باتوں سے متاثر نہیں ہوتے۔

(روزنامہ الفضل مورخہ 4ستمبر 2003ء)

اوڑھ کر مٹی کی چادر بے نشاں ہو جائیں گے
ایک دن آئے گا ہم بھی داستاں ہو جائیں گے

حضرت ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت خارجہ بن زید بن ثابتؓ نے بتایا کہ حضرت اُمِّ علاء (جو انصار میں سے ایک ایسی خاتون تھیں جنھوں نے نبی ﷺ کی بیعت کی تھی) نے انہیں بتایا کہ مہاجرین کو قرعہ اندازی کے ذریعہ انصار میں تقسیم کیا گیا تو حضرت عثمان بن مظعونؓ ہمارے حصہ میں آئے۔ ہم نے انہیں اپنے ہاں ٹھہرایا۔ پھر ان کو وہ تکلیف ہوئی جس میں وہ وفات پاگئے۔ جب ان کی وفات ہوگئی اور ان کو غسل دے دیا گیاتو ان کو ان کے کپڑوں ہی کا کفن پہنایا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا۔ اے ابوسائبؓ (یعنی حضرت عثمان بن مظعونؓ) میں تمہارے بارے میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو (رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے) عزت بخشی ہے۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا۔ ’’تمہیں یہ کس طرح معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت بخشی ہے؟ اس پر میں نے عرض کی۔ میرے والد آپؐ پر قربان جائیں۔ اللہ تعالیٰ پھر کس کو عزت بخشتا ہے؟ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ جہاں تک اس کا معاملہ ہے اسے موت نے آلیا ہے۔ اللہ کی قسم! میں امید رکھتا ہوں کہ اس سے خیر کا معاملہ ہی ہو گا۔ اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ اس کے باوجود میں بھی یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ (وفات کے بعد) کیا سلوک کیا جائے گا۔حضرت اُمّ علاءؓ نے عرض کی۔خدا کی قسم! میں آئندہ کبھی کسی کو پاک نہیں ٹھہراؤں گی۔

(بخاری کتاب الجنائز باب الدخول علی المیت بعد الموت اذا ادرج فی اکفانہ۔ حدیث 1243)

ہر مومن کی خواہش ہے کہ اس عارضی زندگی کے اختتام پر انسان کا خاتمہ بالخیر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خاتمہ بالخیر کے لئے تقوٰی کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

فرمایا۔ وَالعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ (الاعراف:129) کہ اچھا انجام متّقیوں کے لئے ہی مقدر ہے۔ پھر جنت کا حصول اور چشموں اور نعمتوں کی عطا بھی متقیوں کا ہی نصیب ہے۔ (الفرقان:75)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔اے عزیزو ! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اُس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا ...اس لئے اب اپنے ایمانوں کو خوب مضبوط کرو اور اپنی راہیں درست کرو ،اپنے دلوں کو پاک کرو اور اپنے مولیٰ کو راضی کرو ۔دوستو ! تم اس مسافر خانہ میں محض چند روز کے لئے ہو ۔اپنے اصلی گھروں کو یاد کرو تم دیکھتے ہو کہ ہر ایک سال کوئی نہ کوئی دوست تم سے رخصت ہوجاتا ہے ۔ایسا ہی تم بھی کسی سال اپنے دوستوں کو داغ جدائی دے جاؤ گے۔سو ہوشیار ہوجاؤ۔اور اس پُر آشوب زمانہ کی زہر تم میں اثر نہ کرے ۔اپنی اخلاقی حالتوں کو بہت صاف کرو ۔کینہ اور بُغض اور نخوت سے پاک ہو جاؤ۔اور اخلاقی معجزات دنیا کو دکھلاؤ۔

(اربعین نمبر 4 ،روحانی خزائن جلد 17ص442)

نہ کر تکیہ یہاں کی زندگی پر یہ ہے نادانی
یہاں کی زندگی دھوکہ یہاں کی زندگی فانی

5جون2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:13	19:01
مدینہ منورہ	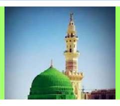	04:04	19:07
قادیان		03:44	19:31
ربوہ		03:24	19:13
اسلام آباد ٹلفورڈ	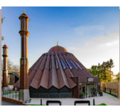	03:21	21:13